اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے

الحکم

جلد ۱۴ سنہ ۱۹۱۰ء

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی عرفانی (تراب) احمدی

(قادیان دارالامان)

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لیجائیگی

عوام سے ... ... صہ
خواص سے ... ... عـہ
ہندوستان سے باہر ... ... تے
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ۱۲

چہ گویم بات و گر آئی چہ ادر دادیاں بینی
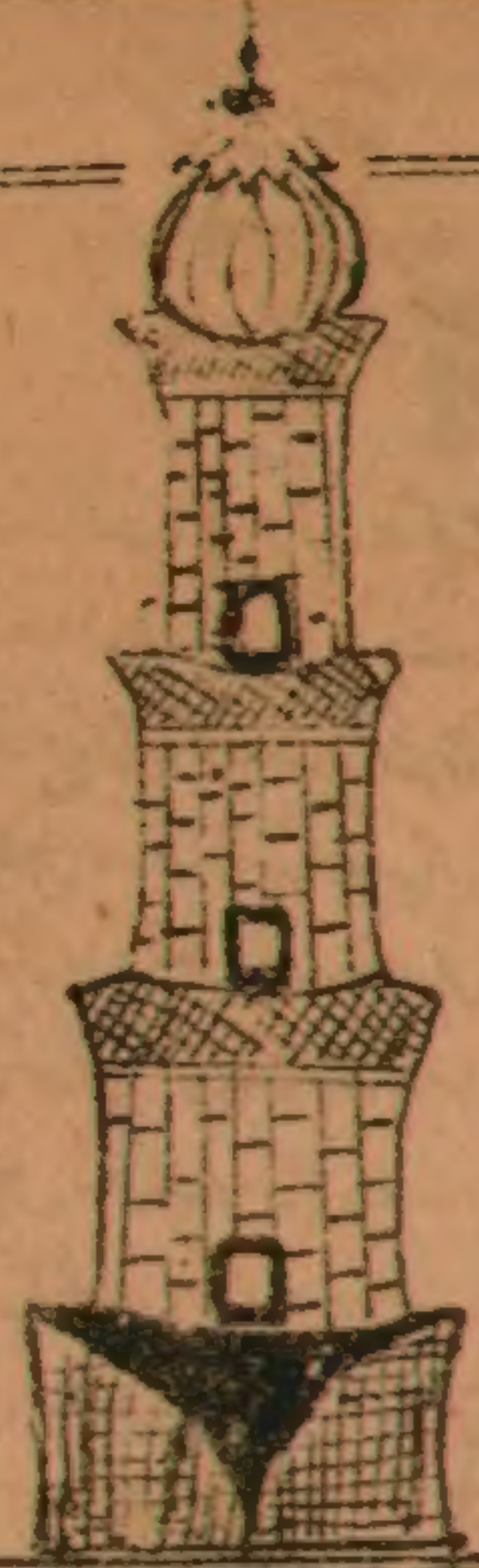
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

ہمراہ زندگی بسر کرنا۔ قناعت میں دل کو راحت ملتی ہے اور مل جلکر رہنے سے خدا خوش ہوتا ہے۔ سوم اور چہارم یہ کہ جن باتوں پر اسکی نظر پڑے انکا خیال رکھنا اور اس کی فکر رکھنا کہ وہ کن خوشبوؤں کو رغبت سے سونگھتا ہے۔ خبردار اس کی نظر کبھی تیری کسی برائی پر نہ پڑے۔ اور اس کی ناک تجھ سے کبھی اچھی خوشبو کے سوا نہ سونگھے۔

"بیٹی! تو اس کو خوب جان لے کہ جتنے سنگار حسن کے لیے موجود ہیں۔ ان میں سرمہ سب سے اچھا سنگار ہے اور جس کو کوئی خوشبو نہ ملے اس کے واسطے پانی سب سے بہتر خوشبو ہے۔ یعنی صفائی اور پاکیزگی سے بہتر کوئی خوشبو نہیں۔ پنجم اور ششم یہ کہ اس کے کھانے اور سونیکے وقت کا دل سے خیال رکھنا کیونکہ بھوک کی جو جلن بڑی ہوتی ہے اور اس کے دل کو میلا کرنا دل آزاری ہے۔ ساتویں اور آٹھویں بات یہ ہے کہ اس کے گھر اور مال کی محافظ رہنا اور اس کے متعلقین اور ملازموں کی دلدہی کرنا۔ اسلیئے کہ مال جب ہی محفوظ رکھا جا سکتا ہے جبکہ ہر چیز کا درست اندازہ لگایا جائے اور کوئی کام بے اندازہ نہ کیا جائے۔ اور متعلقین و لواحقین کی خاطرداری خوش تدبیری میں داخل ہے اور نویں اور دسویں باتیں یہ ہیں کہ خبردار کبھی اسکا کوئی راز فاش اور کسی امر میں اسکی نافرمانی نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تو اسکا راز فاش کریگی تو خود بھی اسکی بیوفائی سے بے خطر نہ رہیگی۔ اور اسکا حکم نہ مانیگی تو اسکا دل تیری طرف سے برا ہوگا۔ اور یہ بڑی قباحت کی بات ہے پھر ان باتوں کے ساتھ ہی تو اس بات سے بھی بہت بچتی رہنا کہ جب وہ خوش ہو اس وقت تو رنجیدہ رہے۔ اور جس وقت اسے رنج ہو اسوقت تو خوش نظر آئے۔ کیونکہ پہلی عادت میں قصور اور دوسری خصلت میں بددلی اور محبت کا فتور ہے یہ یاد رکھ کہ تو اسکی جسقدر زیادہ عزت و عظمت کریگی اسی قدر وہ تیرے موافق ہوگا۔ اور یہ بات اس وقت تک کبھی نہ حاصل ہوگی۔ جب تک کہ تو اسکی مرضی کو اپنی خوشی پر مقدم اور اپنی خواہش کو اس کی خواہش سے کم نہ سمجھے گی۔ خواہ تجھکو خوشی سے ایسا کرنا پڑے یا ناخوشی سے۔ مگر کرنا ایسا ہی میری دعا ہے کہ خدا تجھ کو نیک ہدایت دے۔ اور تیری نیکی ٹھکانے لگائے۔ اب جا۔ خدا حافظ"

یہ ہے ایک عرب ماں کی نصیحت اپنی دانشمند بیٹی کو۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہماری قوم میں کتنی بیبیاں ایسی ہیں۔ جو ان عادات و اطوار کے زیور سے آراستہ ہوں؟ ہمیں تو ایسی عورتیں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں۔ ورنہ زیادہ تر ان ہدایات کے بالکل برعکس عمل کرنے والی ہیں۔ جو خود بھی خراب ہیں اور اپنی اولاد کو بھی خراب اور خستہ بناتی ہیں۔ ہاں اگر نیکی اور خوش اطواری کا کچھ اثر ملتا ہے تو صرف ان گھرانوں میں جہاں دینی خیالات اور خداترسی کے جذبات دل و دماغ میں جاگزین ہیں۔ اور نئی روشنی کی شعاع وہاں تک نہیں پہونچی ہے۔ اہل عرب کے خانہ بدوش اور جنگلی زندگی کے باوجود ان کی عورتیں حسن اخلاق اور عفت و عصمت میں وہ کمال رکھتی تھیں۔ کہ آج کوئی بڑی سے بڑی عالمہ اور تربیت یافتہ عورت بھی اس بارہ میں انکی پاسنگ نہ نکلے گی۔ ایک بادیہ نشین عرب لڑکی اپنی غیرتمندی کا اظہار کرتی ہے۔ شہر کا باشندہ دولتمند اور مہذب جوان اُس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر قریہ کے چند معززین کی وساطت سے اس کو شادی کا پیام دیتا ہے۔ اور وہ اپنے چچا سے جو اسکا ولی ہے کہتی ہے "چچا جان! خدانخواستہ آپ کیا ایسے غریب ہو گئے کہ میرا بار نہیں اٹھا سکتے۔ اور مروت سے دست کش ہوئے جاتے ہیں؟ آپ مجھکو ایک ناتجربہ کار شہری لونڈے سے بیاہ دینا چاہتے ہیں۔ جو اپنی چالبازی سے مجھے قابو میں کر کے دوسرے ہی دن مجھکو اور میری ماں تک کو گالیاں دینے لگیگا۔ اور میری کوئی خاطر و مدارات نہ کریگا کیا میں ایسی حالت میں ایک دن بھی خوش اور زندہ رہ سکتی ہوں؟ ہرگز نہیں۔ چچا جان! اللہ تعالیٰ کریم اور رزق میں برکت دینے والا ہے وہ آپ کو برکت دیگا۔ مجھے اندھے کنوئیں میں نہ دھکیلئے۔ واللہ میں تو ایسے شخص سے شادی کرونگی جو پختہ عمر کا مرد اور تین کامل خصلتیں رکھتا ہو۔ یعنی عقل۔ حسن۔ اور زبان آوری و خوش کلامی کے زیور سے آراستہ ہو۔ کیونکہ وہ عقلمند ہے تو میری دلدہی کریگا۔ حسین ہے تو اسکی صورت سے مجھے دلبستگی ہوگی۔ اور شیریں زبانی سے وہ میرا دل بہلاتا رہیگا۔ ایسے شخص کے علم سے میرا علم ترقی کریگا۔ اور میری سمجھ میں افزائش ہوگی۔ ان طلبگاروں سے فرما دیجیئے کہ یہ واپس جائیں خدا ان پر رحم کرے اور خوش رکھے"۔

اللہ! اللہ! کیا ہم اس قناعت۔ فصاحت۔ فہم و فراست۔ اور موزونی طبیعت کی ایک مثال بھی اپنی لڑکیوں میں دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہاں تو لباس اور زیور کی بیہودہ ہوس اور آرام و عشرت کی تمنا کے سوا عورتوں اور لڑکیوں میں کوئی خیال ہی نہیں پایا جاتا۔ اور ان کے اخلاق ایسے پست ہیں کہ روز بروز ان میں خرابیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ جنکا مہلک زہر قومی نونہالوں میں بھی سرایت کر کے قوم کو قعر ادبار و تنزل میں گرا رہا ہے۔ حیرت ہے کہ عرب کی ایک صحرانشین ماں اپنے فرزند کو یوں نصیحت کرے کہ: "بیٹا خوش اخلاقی لوگوں سے اچھی طرح ملنا جلنا۔ سب کے ساتھ موافقت رکھنا۔ نرم دلی۔ دوستوں کی نرمی و گرمی برداشت کرنا۔ کسی کو تکلیف نہ پہونچانا۔ اور خداوند کریم جو کچھ رزق عطا فرمائے اسی میں سے مستحقین کو بھی بانٹ کر کھانا یاد رکھ کہ انہی باتوں سے تجھکو ہر دلعزیزی حاصل ہوگی تیرا ہر ایک مقصد پورا ہوگا اور خداوند عالم تجھے اپنے حفظ و امان میں رکھیگا۔" اور ہماری مائیں اتنا بھی نہ جانتی ہوں کہ کم از کم لڑکوں کو بد اخلاقی سے باز رکھنے کی تدبیر کر سکیں!!! افسوس! حالانکہ ہم

شہروں میں رہتے۔ شریف مہذب۔ اور خوش باش کہلاتے اور دولت اور علم سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ چاہیئے یہ کہ ہمارے گھروں کی بیبیاں شائستگی نیک بختی۔ تہذیب۔ شرم و حیا۔ پاس۔ لحاظ۔ ادب و متانت۔ اور عقل و فراست کے زیور سے آراستہ ہوں۔ مگر یہاں الٹا کارخانہ ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم قوم تیر ادبار و بلا کا نشانہ ہے۔ (وطن)

مُسافر اور ہم

آگرہ کا دریدہ دہن اخبار **مُسافر** جس بے باکی کے ساتھ اسلام پر حملے کر رہا ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ حال میں اضلاع متحدہ کی گورنمنٹ نے جدید پریس ایکٹ کے ماتحت اس سے پانچہزار روپیہ کی ضمانت مسافر پریس کے متعلق طلب کی ہے اس ضمانت کے روپیہ بہم پہنچانے کے لئے جو اپیل مسافر نے کی ہے اس میں وہ خواہ مخواہ اسلامی اخبارات کے خلاف گورنمنٹ کو اکسانا چاہتا ہے اور مسافر کی اس ضمانت کے متعلق جن ہندوؤں اور آریہ اخبارات نے مضامین لکھے ہیں اونہوں نے بھی اسلامی اخبارات کے خلاف زور لگایا ہے میں نہیں جانتا۔ اسکا نتیجہ کیا ہو۔ مگر میں اتنا وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ ناواقف نہیں وہ خوب جانتی ہے۔ کہ اخبار کیا کر رہے ہیں۔ ان اخبارات کی فہرست میں الحکم اور بدر پر بھی نظر عنایت کی ہے۔ اور چاہا ہے کہ گورنمنٹ ان سے بھی بدظن ہو۔ میں مسافر آگرہ کی اس قسم کی تحریر کی قطعاً پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ صوبہ پنجاب کی گورنمنٹ اپنے صوبہ کے اخبارات کی پولیسی سے خوب واقف ہے خصوصاً الحکم اور اس کے ایڈیٹر کے متعلق اس کے معلومات مسافر آگرہ کی نسبت بہت زیادہ وسیع ہیں۔ اور پھر ہمارے ضلع کے نیکدل اور بیدار مغز مجسٹریٹ ضلع **میجر سی ایم کنگ** خوب جانتے ہیں۔ کہ قادیانی پریس کس دانشمندی اور اعتدال سے چلایا جاتا ہے۔ اور انہوں نے ہمیشہ اپنے نیک خیالات کا عملی رنگ میں اظہار فرمایا ہے۔ جس کے لئے ہم ان کے شکرگذار ہیں۔ احمدی قوم شہزادہ امن کی خادم اسکا بانی اور اسکا موجود امام ہمیشہ اپنی قوم کو **امن عامہ**۔ اور **وفاداری** اور فرماں پذیری گورنمنٹ کی تعلیم دیتے مخفی سوسائیٹیوں سے بیزاری کا اظہار اور ایسے منصوبہ باز شریروں کا اگر علم ہو تو فوراً مجاز آفیسروں کو اطلاع دینے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ہم دوسروں سے گالیاں سن کر صبر کرتے اور دشمنوں کے لئے دعا سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے امام نے آخری وقت **ہندو قوم کو پیغام صلح دیا** جو ہندو قوم کے ایک معزز اور سربرآوردہ بزرگ سر پرتول چندر چٹرجی کی صدارت میں سنایا گیا۔ اور آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب کے سابق پریسیڈنٹ پنڈت رام بھجدت چودہری نے اسے ویلکم کہا۔ پھر الحکم کے ان مضامین کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں ہندو مسلمانوں میں اتحاد کی تعلیم دی گئی ہے اور دونوں قوموں کے لیڈروں کو اس ضروری سوال کے حل کرنے کیطرف ہمیشہ متوجہ کیا گیا۔ چودہ سال کے اندر خدا کے محض فضل سے الحکم کی پولیسی اپنے مرکز اعتدال سے نہیں ہٹی۔ اور ذاتی طور پر ایڈیٹر الحکم کو جب موقعہ ملا۔ اس نے گورنمنٹ کی عملی وفاداری کا نمونہ دکھایا۔ اور ہندو مسلمانوں کے اتحاد پر لیکچر دیئے۔ ہاں یہ سچ ہے اور اس سے کبھی انکار نہیں کہ ان غلط فہمیوں کو ہمیشہ دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ جو بعض نا عاقبت اندیش دوسری قوموں میں پیدا کر دیتے ہیں۔ جن سے اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی ان غلط اور جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کا جواب اعتدال۔ تہذیب اور معقولیت کے دائرہ کے اندر رہ کر وہ جواب دیتا ہے۔ جو اسلام پر بعض کوتہ اندیش لگاتے ہیں۔ اور اپنے گھر کی گندی اور ناپاک تعلیم کو نہیں [illegible] ہماری پوزیشن اس مسئلہ میں جو کچھ ہے وہ دوسری جگہ آج کے اخبار میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ مسافر اور اسکے یاروں دوستوں کو اپنی روش کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ دوسروں کے گزند پہنچانے ہونیکی آرزو فضول ہے۔ بہر حال ہمنے شروع سے اپنی گورنمنٹ پر اعتماد کیا ہے کہ وہ ہمارے معاملہ میں انصاف سے کام لیتی ہے۔ اور لیکھی اور بعض دشمنوں کی شرارت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ:۔

زمین پر کچھ نہیں ہوتا جبتک آسمان پر

نہ ہولے "میں جانتا ہوں آریہ اخبار ہمارے اخبارات سلسلہ کے خلاف بہت کچھ لکھیں گے۔ انہیں لکھنے دو۔ ایسی باتوں کا کوئی جواب ہماری طرف سے نہیں ہوگا ہاں ان الزامات کا جواب ہم خدا کے فضل سے دیں گے جو وہ اسلام پر لگاتے ہیں۔ اور دنیا اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ اور اب یقین ہے کہ پریس ایکٹ کا تازیانہ انکی اصلاح کر دیگا۔ ہم تو اپنا ماٹو یہ رکھتے ہیں۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

ہندو مُسلمان کے تعلقات

ہندو مسلمانوں کے تعلقات دن بدن نازک ہوتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ ان میں رشتہ اتحاد کو مضبوط کیا جاوے اور جو لوگ اس کام کو کر سکتے ہیں۔ وہ اسی سلسلہ میں اپنے اثر اور رسوخ سے کام لیں کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ان تعلقات کو جو عرصہ دراز سے دونوں قوموں میں چلے آتے ہیں توڑ دیا جاوے۔ اس سے بڑھ کر افسوسناک حالت کیا ہوگی۔

مجھے متعدد مرتبہ اس مضمون پر لکھنے کا موقع ملا ہے لیکن آج میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ جیساکسی

گذشتہ اشاعت میں وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ احمدیوں کی پوزیشن اس سوال کے متعلق کیا ہے؟

میں بڑے زور اور جرأت اور بلا خوف تردید لکھتا ہوں۔ کہ احمدی قوم کے بانی اور امام نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ ان اسباب کو دور کر دیا جاوے جو باہم منافرت پھیلاتے ہیں۔ اول تو اسلام کی تعلیم ہی یہ ہے کہ اس میں سلامتی ہی سلامتی ہے اور صلح و آشتی اس کے نام میں موجود ہے۔ مسلمانوں نے عرصہ دراز تک دنیا کے مختلف حصوں میں سلطنت کی ہے۔ اور جس خوبی اور دانشمندی سے انہوں نے اپنی ماتحت اور غیر مذاہب اقوام سے سلوک کیا ہے آج اُسے بعض دشمن۔ ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبست۔ کے موافق عیب قرار دیں۔ مگر صحیح تاریخ ان واقعات اور حالات کی امین ہے۔ اسلام نوع انسان کیلئے ایک طرف ہر جاندار کے لئے رحمت اور راحت کی ہدایات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اسلام کی عملی روح مسلمانوں میں پیدا کرنے کے لئے خدا کیطرف سے قائم ہوا۔ اور اس کا بانی جمالی رنگ میں آیا۔ اور اس نے آکر جہاد کی حرمت کا اعلان شایع کیا۔ یہ اعلان بھی دراصل پیغام صلح تھا۔ مسلمانوں پر محض اسلام کی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ اور ابتک ہمارے مخالف آریہ اخبارات اس سبق کو رٹتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا۔ حالانکہ انہیں نہ ایک مرتبہ بلکہ بیسیوں مرتبہ سمجھایا گیا کہ اسلام کے پھیلانے کے لئے تلوار کبھی نہیں اُٹھائی گئی۔ جہاد سعی فی الدین کو کہتے ہیں۔ اور اسلامی جنگیں دفاعی لڑائیاں تھیں تاہم مسلمانوں سے غیر قوموں اور حکومتوں کو اگر کبھی خوف تھا تو اس امر سے تھا کہ انہیں جہاد کا مسئلہ ہے۔ اور وہ ان لوگوں سے جو مسلمان نہیں ہیں لڑتے ہیں۔ اس غلط خیال کی تردید سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام و پیشوا نے کی اور عام طور پر اعلان کیا۔ کہ کوئی۔ کوئی ایسا جہاد نہیں ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ کوشش ہندو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان سے اس نفرت اور بغض کو دور کرنیکے لئے نہ تھی جو ان کے دلوں میں بے وجہ مسلمانوں کی طرف سے بیٹھی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے ان الفاظ میں اس اعلان کو شایع کیا۔

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے۔ وہ اس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا تھا۔ کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ ہذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملے سے بچاؤ۔ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔ جو شخص ایک شخص کو اس غرض سے تلخ دوا دیتا ہے کہ تا وہ اچھا ہو جاوے۔ وہ اس سے نیکی کرتا ہے۔ ایسے آدمی کی نسبت ہم نہیں کہتے کہ اس نے بدی کا بدی سے مقابلہ کیا۔ ہر ایک بدی نیت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ تمہاری نیت کبھی ناپاک نہ ہو۔ تا تم فرشتوں کیطرح ہو جاؤ"۔

حضرت کا یہ اعلان عام صلح اور آشتی کو پیدا کرنے والا تھا۔ اور مذہبی منافرت کو کم کرنے والا تھا۔ اگر اس اعلان سے ہمارے مخالف بھی فائدہ اوٹھاتے تو وہ اسلام پر ناجائز اور غیر معقول اعتراض نہ کرتے۔ مگر ہمارے آریہ مہاشوں نے اس اعلان کی پرواہ نہ کر کے پھر بھی اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھا۔

اور ایسے طریق پر اعتراض کرنے شروع کئے۔ جنہوں نے منافرت کو بڑھانا شروع کر دیا۔ اسلئے مجبوراً اسکے خطرناک نتائج کو روکنے کے لئے جوابات دیئے گئے۔ مگر پھر حضرت مسیح موعودؑ نے مذہبی مناظرات کی اصلاح کا عظیم الشان کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور آریوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بڑھتے ہوئے نفرت و نفاق کے سیلاب کو روکنے کا انتظام کیا وہ تجویز یہ تھی۔ کہ مذہبی مناظرات کے لئے ایک قانون بنا دیا جاوے۔

یہ مضمون ناتمام رہ جاویگا۔ اگر اُس درخواست کو شایع نہ کیا جاوے۔ جو حضرت مسیح موعود مغفور نے شایع کی تھی۔ چنانچہ وہ درخواست حسب ذیل ہے:-

درخواست

یہ درخواست مسلمانان برٹش انڈیا کیطرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔ بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہٗ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو ان ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہونچ گئے ہیں۔ اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں اور ایک وسیع بیقیدی ان میں طوفان کیطرح نمودار ہو گئی ہے۔ دو مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرما دیا جاوے۔ اور اسی طرح اس وسعت اور بیقیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں۔ جنکا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایکدوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد

ہوتا ہو۔ یعنی اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جسکا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرشان ہو۔ جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالیٰ کیطرف سے مانتے ہوں۔ تو اس کو اس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جاوے۔ کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے۔ جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہے **دوسری شرط** یہ ہے۔ کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمائی جاوے جو ان کتابوں کی بنا پر ہو جنکو کسی فریق نے اپنی مسلم اور مقبول کتابیں ٹھیرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کھلے کھلے اعلان کیساتھ شایع کرادی ہو۔ اور صاف اشتہار دیدیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں۔ جنپر میرا عقیدہ ہے۔ اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں۔ سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند۔ یا جس دفعہ کی رو سے سرکار مناسب سمجھے سزایاب ہوتے رہیں۔ اور جن ضرورتوں کی بنا پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔ وہ بتفصیل ذیل ہیں ✤

اول یہ کہ ان دنوں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہو گیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے ہنسی کا۔ دریا بہ رہا ہے اور چونکہ اہل اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس **مقدس کتاب** کے لئے جو اس پاک نبی کی معرفت ان کو ملی نہایت غیرتمند ہیں۔ لہذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کی مفتریانہ الفاظ اور رنگارنگ کی پرخیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے ان کے دل دکھا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا زخم ان کے دلوں پر ہے کہ شائد ان کے لئے اس تکلیف کے برابر دنیا میں اور کوئی بھی تکلیف ہو اور اسلامی اصول ایسے ہتھیار نہیں کہ یاوہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یاوہ گوئی سے روک سکتے ہیں مثلاً ایک معترض جب ایک بیجا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو بسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو اہل اسلام اسکے مقابل پر اسکے پیغمبر اور اس کے مقتدا کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر ایک مسلمان **اس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اسکا فریق مخالف** وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دیگئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس میں کوئی مصلح نہیں گذرا اسلئے گذشتہ نبیوں کی نسبت خاصکر اگر وہ اسرائیلی ہوں ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کرسکتا۔ بلکہ اسرائیلی نبیوں پر وہ تو ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخر الزمان کی نبوت پر تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں جب بہت دکھ اٹھاتا ہے تو قانون کی رو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا۔ مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے۔ جسکا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رو سے **بہت مشکل** امر ہے۔ لہذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتحیاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے اس لئے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جسقدر تقریروں اور تحریروں کی رو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی جس صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جاوے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی **کروڑوں** تک نوبت پہونچگئی ہے لہذا ان شرایط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کھلنے کے لئے بطور موئد ہوں۔ اور صحت نیت اور عدم صحت کے پرکھنے کیلئے بطور معیار کے ہو سکیں سو وہ معیار وہ دونوں شرطیں ہیں جو اوپر گذارش کر دی گئی ہیں کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو وہی اعتراض اس پر بھی اسکی الہامی کتابوں کی رو سے ہوتا ہے۔ یا ایسا اعتراض کرتا ہے جو ان کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلمہ مقبولہ کتابیں قرار دیکر ان کے بارے میں اپنی مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے تو بلاشبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحت نیت کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اس صورت میں ایسے مکار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ وہ تمام حیلے نکمے ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کھل جاتی ہے اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لئے یہ ایک کامل علاج ہے۔ مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائیگا۔

دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس بیقیدی سے ملک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے۔ ایک شخص سچی بات کو سنکر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹ اور افترا سے مدد لیکر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے۔ اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلت پہنچاوے۔ سو ملک کو تہذیب اور راست روی میں ترقی دینے کے لئے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کیلئے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچی پرہیزگاری

پیدا ہو جائے گی **تیسری ضرورت** اس قانون
کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بےقیدی سے ہماری
محسن گورنمنٹ کی قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض
ہے۔ چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہر ایک نیک کام میں اول
درجہ پر ہے۔ تو کیوں اسقدر الزام اپنے ذمہ رکھے کہ
کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں
اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں ظاہر ہے کہ
ایسی بےقیدی سے صلحکاری اور باہمی محبت دن
بدن کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک فریق دوسرے
فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو
تو اس کو نابود کر دیوے اور اس تمام نااتفاقی کی جڑھ
مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی
ہے۔ گورنمنٹ اپنے رعایا کے لئے بطور معلم کے
ہے پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم
رکھتی ہو تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت
عملی سے اس درندگی کو دور کر دے۔

چوتھی یہ کہ اہل اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے
جن کی دلی خیرخواہی روز بروز ترقی پر ہے اور اپنے
جان و مال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں
اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی
بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بیجا خیال
کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں۔ پس
اس صورت میں انکا حق بھی ہے کہ ان کی **دردناک
فریاد کیطرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے**
پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں جسکا
صرف مسلمانوں کو فایدہ پہونچتا ہے۔ اور دوسروں
کو نہیں بلکہ ہر ایک قوم اس فایدہ میں شریک ہے
اور یہ کام ایسا ہے جس سے ملک میں صلحکاری
اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے
ہیں۔ اور بدزبان لوگوں کا موہنہ بند ہوتا ہے اور
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا اثر مسلمانوں سے
خاص نہیں ہر ایک قوم پر اس کا اثر برابر ہے
آخر ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ہماری
اس گورنمنٹ کو ہمیشہ کے اقبال کیساتھ
ہمارے سروں پر خوش و خرم رکھے اور
ہمیں سچی شکرگذاری کی توفیق دے اور
ہماری محسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور
عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلا دے
کہ ایک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے
آمین

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جنکے نام علیحدہ نقشوں
میں درج ہیں۔ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء۔

اس درخواست کے ساتھ ہی اس مضمون کا نوٹس
پادری صاحبان اور آریہ صاحبان کے نام لکھا گیا تھا
مگر افسوس آریہ صاحبان اور عیسائی صاحبان نے اس
معقول اور صلح اور امن قائم کرنیوالی تدبیر کی تائید
نہ کی ورنہ آج یہانتک نوبت نہ پہونچتی اور وہ گندہ
اور ناپاک لٹریچر جو مذہب کے نام سے پھیلایا گیا ہے
ہندوستان سے معدوم ہو جاتا۔ اور جو نفرت
ہندو مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہے وہ نہ ہوتی۔ اور
اگر اب بھی اسی اصول پر عملدرآمد ہو جائے تو اخلاقی ترقی
کے ساتھ ساتھ محبت و اتفاق پیدا ہو جاوے ایسی
خیال سے میں نے اس تجویز کے کئی مرتبہ الحکم میں
تجدید کی مگر معترض اسلام کے کیمپ سے اس کے
متعلق کوئی صدا نہ اٹھی۔ ہمارے مخالفین میں آریہ
مہاشوں کا لٹریچر جو دوسرے مختلف مذاہب کے
خلاف پھیلایا گیا ہے۔ اس کے خلاف خود آرین
بزرگوں کی رائیں آریہ پترال ہی میں پیش ہوئی ہیں
ہندوستانی جیسے معزز اخبارات نے انہیں دوستانہ
مشورہ دیا کہ وہ اپنی تحریروں کو نرم کریں مگر وہ ایسا
نہیں کر سکے۔ بالآخر اب پریس ایکٹ اس کی اصلاح
کرے گا۔

اس پر بھی بس نہ کر کے ہمارے حضرت نے
ایسے جلسوں کے انعقاد کی تجویز بھی مذہبی دنیا
کے سامنے رکھی جس میں وہ صرف اپنے ہی مذہب
کی خوبیاں بیان کریں۔ اور یہ جائز استعمال آزادی
مذہب کا تھا۔ اعتراض کی نظیر بھی قائم کی [illegible]
لاہور کا جلسہ جو تھا تو آپ کی تحریک پر ہوا تھا۔ اسی قسم
کے جلسوں کا آپ قادیان میں ایک انتظام کرنا چاہتے
تھے۔ اور اس مقصد کے لئے **منارۃ المسیح** کے
ساتھ ایک ہال بنانیکا بھی آپکا ارادہ تھا۔ اب
بھی یہ تجویز خدا کا کوئی پاک بندہ اپنے وقت پر
عملی رنگ میں انشاء اللہ لے آئیگا۔

غرض جن طریقوں سے ممکن تھا۔ آپ نے ہندو
مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی
اسی ضمن میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ آپ نے
اپنے آخری ایام زندگی میں **پیغام صلح** جیسی کتاب
لکھ کر شایع کی۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑوں
کو مٹا دینے کا آخری گر بتایا۔ کم از کم آریہ مہاشوں
پر اس کے ذریعہ اتمام حجت ہو گیا وہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ
کو بدنام کرتے ہیں یا اس سلسلہ کے اخبارات کو ہتک
کرتے ہیں یہ ان کی نری زیادتی ہے جبکہ ہم ان کے
مسلمہ راستبازوں کی عزت اور ادب کرتے ہیں۔
اگر انہیں ہمارے ساتھ فی الواقعہ کچھ بھی محبت ہوتی
تو ہمارے مقتدا اور سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم
کی عزت اپنا فرض سمجھتے۔ مگر وہ اسطرف نہیں آئے
ہمنے انہیں پیغام صلح دیا مگر اس کا جواب تیر
و تفنگ سے دیا گیا۔ اس صورت میں صاف ظاہر
ہے۔ کہ اس مذہبی منافرت کے ذمہ وار کون ہیں۔
اب بھی اگر ہندو مسلمانوں کے مابین منافرت کو
ہندو اور مسلمان لیڈر کم کرنا چاہئیں اور ان میں
اتحاد اور اتفاق بڑھانا چاہئیں تو وہ اس اصول کو تسلیم
کریں۔ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ نے پیش کیا ہے اس مسودہ
قانون کو جو منافرت مذہبی کا مسودہ ہے کونسل
قانون میں پیش کرنے کی تحریک کی جاوے اور پیغام
صلح کی شرائط پر دستخط کر دیئے جاویں اور اگر
اس مسودہ کو قانونی شکل میں لانے کا خیال نہیں
ہے تو بھی ہندو اور مسلمان لیڈر باہم ملکر ایک

معاہدہ کرلیں۔ اور مختلف مذاہب کے لیڈر اپنی جماعتوں کیطرف سے اسپر دستخط کریں اور ذمہ داری لیں۔ تو آج یہ فسادات اور منافرت دور ہو سکتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ صرف ایک اور ہاں ایک ھی جماعت ایسی ھے جو اپنا امام رکھتی ہے۔ اور اس کی آواز چار لاکھ آدمیوں کی آواز ہے۔ اور وہ اگر اپنی جماعت کیطرف سے ایسا عہد نامہ کرے تو سب کے سب ماننے کو تیار ہیں۔ آریوں اور عیسائیوں کے لئے شاید مشکلات ہوں۔ تاہم اگر آریوں کی صدر انجمن اس معاملہ پر متفق ہوکر صلح کرنے کے لئے کوشش کریں۔ تو آج صلح ہو جاتی ہے۔

یہ تو احمدی قوم کی پوزیشن صلح اور آشتی کے متعلق غیر قوموں سے ہے۔ اندرونی اختلافات کے لئے مسیح موعود نے صلح کا پیغام دیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے تنگ دل دشمنوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ اس ثواب کے لینے والے نہ ٹھیرے۔ جو اس کے بدلے میں انہیں ملتا۔ آخر افضح الموذیین خود انہیں اس طرف لا رہا ہے۔

فی الجملہ میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ مذکورہ بالا بیانات کے بعد مخالفین کا کوئی حق نہیں ہے کہ امن و سلامتی کے شہزادہ (مہدی موعود) کی قوم (احمدی) کو الزام دیں۔ یہی سلسلہ حقّہ ہے جو دنیا میں امن قایم کرنا چاہتا ہے اور وہ اس سے بیزار ہے کہ دو سروں میں نفرت پھیلائی جاوے۔ اسکا تو مقولہ یہ ہے ؎

آزار البشر بدانم کز ہر شرے رہیدہ

نکات قرآن مجید

> ہمیں رمضان شریف کے اس درس میں سے بعض ضروری ضروری نکات انشاءاللہ درج کرتا رہونگا۔ یہ سلسلہ مسلسل نہ ہوگا بلکہ جستہ جستہ مقامات ہیں اور حضرت کے ارشادات سے یہ نوٹ شروع ہوں گے۔ ایڈیٹر

قرآن کریم کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت اسکا ابتدا ہی ہے جو الحمد للہ سے ہوا ہے۔ دوسرے مذہب کی کتابیں جو ہمارے سامنے ہیں انکی ابتدا پر اگر نظر کریں اور پھر اسکا مقابلہ قرآن کریم سے کریں تو قرآن کریم کی ابتدا اس پہلو میں نہایت شاندار اور بہت سے حقایق اپنے اندر رکھتی ہے اور دوسری کتابوں کی ابتدا کو روحانیت سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ الحمد للہ کہنے والے کے قلب کی طمانیت کا پتہ لگتا ہے کہ وہ تمام سکھوں اور راحتوں کو گویا حاصل کر چکا ہے اور دنیا کی تمام مشکلات اور مصائب پر کامیابی اور فتح پا چکا ہے کوئی امید اور آرزو اب باقی نہیں۔

پھر اس کے تحت یا آمد کا پتہ لگتا ہے کہ اسکے مد نظر ہمیشہ اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اسکی حمد کرتا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت حوصلہ اور عظیم الشان شرح صدر اور رضا بالقضا کا ثبوت ہوتا ہے۔ مکہ کی ساعات عسر میں آپ الحمد للہ کہتے ہیں۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ ابتدائی تکالیف آپکی نظر میں ہیچ اور آپکی کوہ وقاری کو نہ ہلا سکی ہیں۔

پھر اسی لفظ میں قرآن مجید کی اس تعلیم کا لب لباب اور خلاصہ پیش کر دیا جو وہ خدا تعالیٰ کے متعلق دنیا کو دینا چاہتا ہے۔ مکہ معظمہ میں اسوقت بت پرستی ہو رہی تھی۔ الحمد للہ کہنے والا بتاتا ہے کہ وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہوگی۔ اور باطل معبودوں کا نام و نشان مٹ جائیگا۔

پھر الحمد للہ کہنے والا دنیا میں محمدؐ ہوگا۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں کی عظیم الشان پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ بالمقابل انجیل کی ابتدا دیکھو کہ یسوع کا نسب نامہ شروع ہوتا ہے اور ویدوں کی ابتدا اگنی کی تعریف سے۔ اسی طرح قرآن مجید کی انتہا اور دوسری کتابوں کی انتہا میں بھی فرق نمایاں ہے اور سچ تو یہ ہے خدا کا قول سو قول بشر کیونکر برابر ہو۔ وہاں قصہ بیان، یہاں زندگی نکالا ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اسکی قدر کریں کیونکہ معنی اور مفہوم یہ ہے کہ کتاب یہی ہے جو فی الحقیقت پڑھنے کے قابل اور انسان کی زندگی کے ہر مرحلہ اور حصہ میں رہنمائی کے قابل اگر کوئی دستور العمل ہے تو یہی ہے اور ہر متقی جماعت کا یہ ہدایت نامہ ہے +

کتاب کا لفظ قرآن مجید کی حفاظت کی پیشگوئی کرتا ہے دنیا کی تمام مذہبی کتابیں۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں اس پہلو سے بھی گری ہوئی ہیں۔ کیونکہ کسی کتاب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ نہیں کیا جو قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ پھر قرآن مجید کے متعلق فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہر متقی جماعت خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں ہو اسکا ہدایت نامہ یہی کتاب ہے کیونکہ یہ تمام دنیا کی صداقتوں عقاید حقہ اور اعمال صالحہ کی جامع ہے اور یہی قرآن مجید کا اعجاز ہے نادان عیسائی معترض ینابیع الاسلام میں بیہودہ کوشش کرتا ہے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قرآن مجید کی یہ تعلیم فلاں جگہ سے مستنبط ہے اور یہ اس جگہ سے۔ اسے پتا معلوم نہیں کہ قرآن مجید نے تو خود دنیا کی تمام صداقتوں کی جامع کتاب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور پھر ایسے وقت میں ان صداقتوں کو اپنے اندر رکھا ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کلام کے کام کی کسی انسانی طاقت کا محض ناممکن ہے عرب کی اسوقت کی تعلیمی حالت اور دنیا کی عام حالت اسکی شاہد ہے مختلف ملکوں اور قوموں کی مذہبی کتابیں جمع کرنا اور پھر ان میں سے صداقتوں کو نکال لینا یہ انسانی کام نہیں اگر یہ ہیچ کے مصنف کی بات کو ہی مد نظر رکھیں تو بھی آنحضرت صلعم کا یہ کمال آپکے دعوےٰ نبوت کی صداقت کی زبردست دلیل ہے +

اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا کے متعلق فرمایا کہ صوفیوں نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ یہاں نفس سے قوی مراد ہے انسان جو کہ مختلف قوتوں کا مجموعہ ہے اگر وہ متضاد قویٰ سے کام لے یعنی غضب کا مقابلہ حلم سے۔ اور شہوت کا عفت سے کرے اور طمع کا قناعت سے علیٰ ہٰذا القیاس ان تمام قویٰ کا جو انسان کے اندر ہیں باہم متضاد ہیں تو کام لے تو اس متضاد قوی سے اسے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ پھر اس کے معنے یہ بھی ہیں۔ کہ جب تم نے ایک نفس (جی)

قرآن کریم کی صداقت کی ایک لانظیر دلیل

قرآن مجید کے اس درس میں جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے رمضان میں شروع فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی آیت لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی اس مضمون کو کھول کر لکھے۔ میں نے حضرت کے اس ارشاد کی تعمیل سعادت سمجھ کر ذیل کا مضمون لکھنا پسند کیا ہے امید ہے ناظرین اس پر غور کریں گے یہ مضمون دراصل حضرت کی تقریر کی توضیح ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت قرآن مجید کی حقیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور بالآخر اسلام کے دین اللہ ہونے پر ایک ایسی دلیل ہے کہ کوئی سائنس (علوم صحیحہ) اور کوئی صحیح مشاہدہ اور صحیح تجربہ اس کو نہیں توڑ سکتا اور عقل صحیح کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔

اس میں قرآن مجید کی حقیت یا یوں کہو کہ مامورین و مرسلین کے منجانب اللہ ہونے کی یہ زبردست دلیل ہے کہ اس میں اختلاف کثیر نہیں۔ اس آیت سے اتنا تو پایا جاتا ہے کہ بعض اوقات ان امور سماوی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں بظاہر کوئی اختلاف نظر بھی آسکتا ہے گو فی الواقع وہ اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لوجدوا کا لفظ بتاتا ہے کہ وہ اختلاف کو پاتے ایسے اختلافات انسان کی اپنی عقل اور فہم کے ماتحت ہوتے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ آیت تحدی کے رنگ میں پیش کی ہے اسلئے ضروری ہوا کہ ہم دیکھیں کہ وہ کہاں تک اس دعویٰ میں سچا ہے قرآن کریم اس معیار پر ایسا پورا اترتا ہے کہ کوئی دوسری کتاب اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اوّل قرآن کریم کی تعلیم کو ہم لیتے ہیں اس میں کوئی حکم ایسا نہیں جو کسی حکم کے خلاف اور نقیض واقع ہوا ہو اور پھر صرف یہ بلکہ دنیا کی کسی کتاب دنیا کے کسی ہادی کے ملفوظات میں کوئی ایسی صداقت اور ایسی ہدایت نہیں جو قرآن کریم کی ہدایت کے خلاف ہو کیونکہ قرآن مجید نے تو پہلے ہی دعویٰ کیا ہے فیہا کتب قیمۃ اور ھدی للمتقین اور ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم یہ تو قرآن کریم کی عام تعلیمی حالت ہے اس میں باہم اختلاف تو در کنار وہ دنیا بھر کی ہدایتوں اور تعلیمات حقہ کے ساتھ بھی اختلاف نہیں کرتا بلکہ انکا جامع ہے کسی قوم اور کسی ملک میں کسی کتاب اور ملفوظات میں کوئی تعلیم اور ہدایت جو انسان کی بھلائی کے لئے ہو پیش کرو جو قرآن مجید میں نہ ہو۔

دوم قرآن مجید عملی پہلو میں بھی اختلاف نہیں رکھتا قرآن مجید نے دعویٰ کیا کہ ھدی للمتقین۔ شفاء لما فی الصدور۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی چیز کی تعریف کرے اور وہ تعریف عملی رنگ میں محض ہیچ ہو مگر قرآن مجید نے اپنے اس دعویٰ کو واقعات سے صحیح ثابت کیا جس قوم نے اسپر عمل کیا ان کے لئے وہ شفاء۔ نور اور ہدایت ثابت ہوا۔ یا نہیں؟ یہ تاریخی واقعہ ہے اور اسے عرب کی کایا پلٹ تاریخ بدل نہیں سکتی اور نہ صرف عرب کی تاریخ بلکہ تمام تاریخ عالم کے اوراق اس صداقت کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور پھر یہاں تک ہی نہیں ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کا وجود دنیا میں ہوتا ہے جو قرآن مجید کی عملی تاثیرات کا پھل ہوتے ہیں۔ اور وہ نمونہ ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی زندہ تاثیروں کا۔

سوم سائنس اور علوم حقہ صحیحہ جسقدر بھی چاہیں ترقی کریں قرآن کریم ان صداقتوں کے خلاف نہیں ہوسکتا اور نہیں ہے اسوقت تک جسقدر صداقتیں سائنس کی ظاہر ہوئی ہیں قرآن مجید انہیں مندرج رکھتا ہے۔ یہ حصہ اس مضمون کا بہت طویل ہے مثال کے طور پر صرف ایک بات لکھدی جاتی ہے کہ آج علم بوٹنی کے ماہرین نے بڑی جد وجہد سے دریافت کیا کہ درختوں میں نر و مادہ ہوتے ہیں۔ مگر قرآن کریم آج سے تیرہ سو سال پہلے کہہ چکا ہے وارسلنا الریاح لواقح اور انبتنا فیہا من کل زوج بہیج قرآن مجید میں یہ مضمون بہت جگہ بڑی وضاحت سے آیا ہے اور پہلی آیت جو یہاں لکھی ہے اس میں علم ھوا کے متعلق بہت کچھ اسرار رکھدیئے ہیں۔ اس طرح سائنس جوں جوں بلند پروازی کریگا اسیقدر قرآن کریم اپنی صداقت میں اسکے ساتھ مطابقت کھائیگا۔

چہارم۔ قرآن کریم کا نزول ۲۳ سال میں ہوا ہے اور اس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مختلف حالتوں میں سے گذرے ہیں ابتدائی حصہ آپکی زندگی کا مکہ معظمہ میں نہایت عسر اور مشکلات میں گذرا ہے۔ مکی آیتوں اور سورتوں کو پڑھو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت میں کوئی کمزوری اور اپنے دعوے کے اظہار میں کسی قسم کی مداہنت پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ پوری شوکت اور قوت سے آپنے تبلیغ کی ہے اور اس جرأت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعویٰ کو بیان کیا کہ اس میں ذرہ بھر تزلزل نہیں ہوا۔ بلکہ مکی آیتوں میں وہ قوت اور طاقت ہے کہ انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتی ہے اسلئے کہ وہ علّمہ شدید القویٰ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

مکہ والوں کی محبوب چیز بت پرستی اور شرک تھا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں وما امروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا لا الٰہ الا ھو کی تعلیم دی اور انہیں کھول کر بتایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثما عظیما۔ عرب جیسی حساس کرنیوالی قوم کو انکی محبوب اور مرغوب شے بت پرستی کی شناعت سنانا اور انہیں مشرک کرنیمیں مفتری قرار دینا معمولی بات نہیں بلکہ اس قوم کو بھڑکا دینے کے لئے یہ زبردست تحریک تھی۔ ایک شخص اپنے جتھے اور جمعیت پر اعتماد کرکے ممکن ہے اپنے مخالفوں کے خلاف زبان کھولے مگر بیکسی کیحالت میں انہیں شرک کی برائیوں سے آگاہ کرنا اور شرک کے خطرناک نتایج سے ڈرانا یہ ایسی بات ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کو روشن کردیا ہے۔

پھر بت پرست اور مشرک قوم عجائب پسند ہوتی ہے اور وہ ایسے آدمیوں کی طرف رجوع کرسکتی ہے جو انہیں غیب کی باتیں (اس سے مراد رمالوں اور فال بین کے غیب ہیں) بتائے یا انہیں مال و دولت کی تحریص دلاسکے کہ کسی عمل یا وظیفہ سے وہ خزائن دنیا جمع کرلیں۔ اور یا انہیں ایسی راہ بتائے جو شرک کا شعبہ ہو یعنے اوتاد وغیرہ کی تعلیم دے۔

اس حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی ان امیدوں کو

بھی خاک میں ملا دیا یہ کہکر کہ لا اقول لکم عندی خزائن
اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک
غرض اہل مکہ کی محبوب شے جو انکی جان و مال سے بھی زیادہ
عزیز تھی۔ شرک کی تردید کی اور بڑے زور و شور سے کی اور
انکی باطل امیدوں کو جو تحریص کا موجب ہوں خاک میں ملا دیا۔
پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ کرنا پڑا ہے۔ اور
جنگ ایک ایسا موقعہ ہوتا ہے جبکہ انسان کی جذبات اور نفسانی
قوتوں میں ایک اشتعال اور ہیجان ہوتا ہے اور انسان تمیز نہیں
کر سکتا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ مگر اس موقعہ پر بھی لا تعتدوا
کی تعلیم دینے والا کامل انسان اپنی قوتوں پر کامل حکومت
رکھتا ہے۔ اور نہ اپنی قوتوں پر بلکہ جس قوم کو اپنی پاک
صحبت سے پاک کیا ہے انہیں بھی اس قابل کر دیا ہے
کہ باوجودیکہ وہ اپنے ان دشمنوں سے لڑ رہے ہیں جنہوں
نے انہیں وطن سے نکالا۔ اور سخت اذیتیں دیں
وہ بھی ان حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔

پنجم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مختلف قوموں
اور مختلف مذاہب سے واسطہ پڑا ہے۔ کسی ایک
کے سامنے آپ نہیں دبے اور نہ عسر نے آپ کے خیالات کو
پست کیا۔ اور نہ یسر نے۔ بلکہ سلطنت اور حکومت نے
بھی آپ کو اعتدال سے باہر نکالا۔ بلکہ آپ تمام
حالتوں میں ایک ہی طرز زندگی رکھتے رہے۔ اور قرآن کریم
ان دونوں حالتوں میں بھی ایک ہی شان رکھتا ہے اس کے
طرز بیان اور اسلوب میں کہیں فرق نہیں آتا۔ مکہ
کی حالت بیکسی میں بھی اہل مکہ کی بت پرستی پر انہیں
تنبیہہ کرتے رہے اور اس کے برے نتایج سے ڈراتے
رہے۔ اور مدینہ طیبہ میں آپ کے مشکلات اور بھی
بڑھ گئے تھے۔ مدینہ میں مختلف قومیں یہود اور نصاریٰ
وغیرہ آباد تھیں ان تمام قوموں کے ساتھ معاہدات
اور معاملات تھے۔ اور باوجودیکہ ان قوموں کے تعلقات ایک
طرف ایران سے دوسری طرح روم الکبریٰ کی سلطنتوں
سے تھے۔ مگر آپ نے ایک دن بھی گوارا نہیں کیا کہ ان کے
غلط عقاید پر انہیں آگاہ نہ کریں عیسائیوں کے عقیدہ
تثلیث و کفارہ اور انکو ہبنیت و ابنیت کی تردید کی

اور یہودیوں کو ان کی بد اخلاقیوں اور عملی اور اعتقادی
کمزوریوں پر متنبہ کیا۔ اسطرح پر آپ نے زندگی
کے ہر نشیب و فراز میں اپنی حالت کو نہیں بدلا۔ اور
ان میں اختلاف واقع نہیں ہوا۔

ششم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی صداقت کے لئے منہاج نبوۃ پر پیشگوئیاں کی ہیں
وہ پیشگوئیاں منہاج نبوۃ کے اصول پر پوری ہوتی
ہیں۔ اور رمالوں اور ستارہ بازوں کی پیشگوئیوں کیطرح کثرت سے
پوری ہوتی ہیں۔ بعض اگر دوسرے وقت پر ملتوی
ہوتی ہیں تو یہ اختلاف کے نیچے نہیں آتی ہیں کیونکہ
ان کے لئے بھی قرآن مجید پہلے سے بتا دیتا ہے۔ کہ
اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک

ہفتم۔ قرآن مجید میں کچھ اسباب حصول ملکہ کے
بتائے ہیں۔ اور کچھ افعال یا اعمال دکھ سے بچنے
کے ہیں۔ یا اوامر اور نواہی ہیں۔ اوامر کے نتائج
اور نواہی کے نتائج بھی بتائے۔ اب جن لوگوں نے
اس تعلیم پر عمل کیا انہوں نے وہی نتائج دیکھے
اختلاف تب ہوتا ہے کہ وہ نتائج صحیح نہ ہوتے
یعنے کامیابی کے اصولوں پر عمل کرنے سے ناکامی
اور ناکامی کی راہوں پر چلنے سے کامیابی حاصل
ہوتی۔

ہشتم قرآن مجید دنیا کے کسی حصہ اور
طبقہ میں اگر قابل عمل در آمد نہ ہوتا یعنے اس کی تعلیم
اگر ایسی ہوتی۔ کہ کسی ملک اور قوم کے تو حسب حال
ہوتی۔ لیکن دوسروں کے نہ ہوتی۔ تو پھر بھی یہ اختلاف
ہوتا۔ مگر نہیں قرآن مجید ہر زمانہ اور ہر ملک میں
یکساں عالمگیر تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے
کہ وہ کل دنیا کے لئے اور ابد الاباد کے لئے آیا ہے

نہم تاریخ صحیح کا بھی وہ مخالف نہیں ہے۔

دہم اصول و ارکان اسلام ایسے محکم اور مضبوط بتائے ہیں
کہ کبھی کوئی اسلامی فرقہ ان میں اختلاف نہیں کر سکتا۔
تلک عشرۃ کاملۃ۔ یہ ایک زبردست دلیل ہے قرآن
مجید کی صداقت آنحضرت صلعم کی صداقت کی مخالفین اسلام
غور کریں ؎

دار الاماں میں کیفیتِ رمضان

رمضان المبارک کا چاند ۵ ستمبر ۱۹۱۰ء کو دیکھا
گیا۔ اور ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء سے یہ مبارک مہینہ شروع
ہوا۔ دار الاماں میں رمضان کی کیفیت قلوب
پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح
مدظلہ العالی کے ارشاد سے جامع مسجد
میں اول شب میں نماز تراویح کی بیس رکعت
پڑھی جاتی ہیں۔ اور حافظ ابراہیم صاحب قرآن
مجید سُناتے ہیں۔ اسطرح پر فاروقی دور خلافت
یاد آتا ہے۔ اور مسجد مبارک میں ۳ بجے حافظ
تصور حسین صاحب ۸ رکعت نماز تہجد پڑھاتے
ہیں۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی بھی
مسجد مبارک میں ہی شامل ہوتے ہیں۔ حضرت نے
ایک پارہ یومیہ کا درس قرآن مجید شروع کر دیا ہے۔
اور قرآن مجید کے حقائق و معارف کا جو کوثر اللہ تعالیٰ
نے آپ کو دیا ہے اس سے تشنگانِ روحانیت کو
سیراب کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کا یہ سماں
قرآن مجید کے نزول فی الرمضان کی حقیقت کو بتا رہا
ہے۔ فی الواقعہ رمضان کے ساتھ قرآن مجید کو خاص
مناسبت ہے۔ اس مہینے میں قرآن مجید پر تدبر کرنے
والوں کو عجیب عجیب نکات معرفت حاصل ہوتے
ہیں۔ غرض قادیان کی راتیں آجکل بڑی بابرکت ہیں۔
اور دن تو پھر دن ہیں۔ شب و روز قرآن مجید ہی کا ذکر
اور شغل ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت اور اشاعت کا یہ
طریق بھی بڑا ہی بابرکت ہے۔ اور یہ قرآن مجید کا ایک
اعجاز ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت ابھی تک
ناساز ہے۔ ضعف بہت زیادہ ہے رمضان
المبارک کا پہلا جمعہ بھی حضرت کے حکم سے حضرت
صاحبزادہ صاحب ہی نے ہی پڑھایا۔ اور بخار نے
بھی حملہ کیا۔ مگر آپ نے قرآن مجید کے درس کو ایک
دن بھی بند نہیں کیا۔ جس سے حضرت مسیح کا وہ

عارفانہ کلام صحیح ثابت ہوتا ہے کہ انسان طعام سے
نہیں۔ بلکہ کلام سے جیتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح
کی غذا تو فی الواقعہ قرآن مجید ہے۔ کہ بیماری اور
کمزوری کی حالت میں بھی وہ اسے ہمیشہ تلاوت کرتے
اور علم و حکمت کے خزانے دوسروں پر کھولتے ہیں
اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔
آج کل خصوصیت سے دعاؤں میں بھی
مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں ہمارے
حق میں سنے۔ اور قبول کرے۔
(آمین)

مراسلات

قبول اسلام

بابو رام چند صاحب ساکن ضلع جہلم نے (جو
مختلف سماجوں مثل راولپنڈی شہر۔ گوروکل
اریہ کمار سبھا لاہور وغیرہ کے ممبر رہ چکے
اور زبان سنسکرت میں اچھی قابلیت رکھتے ہیں۔
نیز انگریزی میں سند انٹرنس پائے ہوئے ہیں)
آج بتاریخ ۸ ستمبر ۱۹۱۰ء دفتر انجمن ہدایت اسلام
دہلی میں تشریف لاکر چند شکوک نسبت اسلام
کے رفع فرما کر جناب مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق
صاحب حقانی سرپرست انجمن ہذا کے دست
حق پرست پر بطیب خاطر اسلام قبول فرمایا
آپکا اسلامی تاریخی نام حفیظ الرحمن رکھا گیا۔ خداوند
کریم استقامت عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔
العبد
محمد یونس عفی عنہ مہتمم انجمن ہدایت اسلام دہلی تعلیم خود

"ملت لاہور"

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ
مسلمانوں کے پولیٹیکل حقوق کا محافظ۔ انکی
مالی سوشل کا مصلح۔ انکی تعلیم کا حامی۔ انکے
قومی کاموں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے والا۔
ان میں قومیت اور یگانگت کی زندگی پیدا کرنیوالا
فلاحت و زراعت کو ترقی دینے کے متعلق نئی
اور عملی تجاویز بتانیوالا۔ زمینداروں کی حالت کو
بہتر بنانے والا۔ ہندوستان کا واحد اور
ہفتہ وار اخبار۔ قیمت سالانہ تین روپیہ ششماہی
۱؍۸ سہ ماہی ۱۲؍ ہر پنجشنبہ کو لاہور سے شائع
ہوتا ہے۔ قوم کے مقتدر اور لیڈروں نے اسکو
متانت قابل قدر قومی اخبار تسلیم فرمایا ہے۔
نمونہ از نیازمند محمد شجاع اللہ ایڈیٹر ملت لاہور

سرکاری خبریں برائے مطبع

بٹرن صاحب گورنمنٹ ہند سے واپس آنے
پر شملہ میں ڈوبسن صاحب کی جگہ تعینات کئے جائیں
گے۔ اور آخرالذکر افسر لاہور میں تعلیم جوڈیشل
حاصل کریں گے۔

خانصاحب چودہری سلطان احمد صاحب
اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لائل پور کو ۱۵ ستمبر ۱۹۱۰ء
سے ایک ماہ کی رخصت عطا ہوئی۔ اور لالہ
سنگریال صاحب اون کو سبکدوش کریں گے۔

جی۔ این نگ صاحب اسسٹنٹ کمشنر
روپہر رسٹ صاحب سے سبکدوش کئے جاکر
بندوبست لدھیانہ میں بغرض تعلیم مامور کئے
جائیں گے۔

اونریبل۔ اے۔ ایچ۔ ڈانک صاحب
کمشنر بندوبست پنجاب کو ایک سال کی رخصت
۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء سے عطا ہوئی۔ صاحب فنانشل
کمشنر ایک قلیل عرصہ تک علاوہ اپنے کام کے
اون کے کام کو انجام دیں گے۔

لالہ سری رام صاحب پہلے ایڈیشنل
ڈسٹرکٹ جج رائے بہادر مولراج صاحب کے
آنے تک تعینات کئے جائیں گے۔ جس کے بعد
وہ ملتان میں بطور سب جج جائیں گے۔

ایم۔ ایس۔ ڈی بٹلر صاحب ڈپٹی کمشنر
لاہور کو ۵۰ یوم کی رخصت یکم ستمبر ۱۹۱۰ء سے
عطا کی گئی۔ فرگیوسن صاحب ان کی جگہ کام کریں گے۔

جے۔ ایف برو ڈسٹر صاحب اسسٹنٹ کمشنر
لائل پور کو ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء سے ۲ ماہ کی رخصت
عطا ہوئی۔ اور ان کو کپتان نکولاس صاحب جہلم
سے جاکر سبکدوش کریں گے +
لاہور مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۱۰ء

دستخط گل محمد
نائب میر منشی گورنمنٹ پنجاب +

بقیہ نکات قرآن مجید (۱۵)

ما ننسخ من آیۃ میں یہ مراد نہیں کہ قرآن مجید کی
کوئی آیت منسوخ ہو گئی ہے اور اب اسپر عمل درآمد نہیں ہوتا
یہ بالکل غلط ہے قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں
بلکہ ما ننسخ من آیۃ دراصل بنی اسرائیل کے خاندان
کی نبوت کے خاتمہ اور بنی اسماعیل میں نبوت کی پیشگوئی
ہے۔ اور یہ کہ خدا کی حکومت آتی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے
کہ قرآن مجید کے آنے پر عیسائیوں اور یہودیوں کا مذہب
بدل دیا۔ غرض یہاں چونکہ نبوت اور حکومت بنی اسرائیل
کے خاندان میں ختم ہوئی ہے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے
اظہار فرمایا ہے۔

مقام ابراہیم کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری۔ ابراہیم علیہ
السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا اَسْلِمْ۔ اس نے کہا اَسْلَمْتُ
لِرَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ پس مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا
مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ انسان ابراہیمی اطاعت اپنے
اندر پیدا کرے۔ اور جسطرح پر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام
کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے ایسی حالت اختیار
کرے تب وہ سچا اور کامل مسلمان ہوگا۔ اور اسکا نتیجہ وہی
ہوگا جو ابراہیم کو ملا۔ اسکی اولاد میں برکت اسکے اموال میں
برکت ہوگی۔ جبتک یہ بات پیدا نہ ہو انسان کامل مسلمان
نہیں ہوتا۔ پھر مصائب میں ثابت قدم ہو اور خدا تعالیٰ
کی رضا کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جوش اپنے اندر رکھتا ہو تب وہ
ان برکات کا مورد ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کو ملیں +

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی شکایت ہے آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایکمرتبہ دست صاف ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمہ کی گولیاں (ڈوڈنس ڈنر پلس) کھا لیجئے۔ دوسرے روز صبح کو آپ کو دست صاف ہوگا۔ اور پہلے کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کیوجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس بات کو بخوبی سمجھا جائیگا۔ کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکایت ہیجان صفرا۔ صفراوی بخار۔ یا تپ بدہضمی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل دہڑکنے سے بیکلانا۔ درد سر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں۔ اگر کچھ عرصہ یہی حالت رہی۔ تو خون کثیف ہو جاتا ہے۔ اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے۔ ڈوڈن کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈوڈنس ڈنر پلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں۔ اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادہ اور زہریلے اجزوں کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں قیمت ۸ ر اور ۱۲ ر اور ۱۲ ر والی شیشی میں ۱۶۰ گولیاں ہوتی ہیں۔ ۱۲ ر والی شیشی سے بچگنی میں کل دوا فروشوں سے ملسکتی ہیں۔

۱۲ ر والی شیشی ڈوڈن پی۔ او بکس ۲۰۰ بمبئی سے طلب کرو۔

بچوں کی تندرستی

والدین کو ہمیشہ بچوں کی تندرستی سے تعلق خاطر ہوتا ہے۔ اگر سست یا پژمردہ اور بھوک کم ہو گئی ہو اس کو فوراً اسکاٹس ایملشن پلانا چاہیئے۔ اس کے دودہ میں چند قطرے ملا دینے سے بچہ میں بڑا فرق نظر آئیگا اور وہ خوش و خرم اور بشاش ہو جائیگا۔ جو تندرستی کی یقینی علامت ہے۔ استعمال کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ کسی اور دوا سے یہ فائدہ نہیں پہنچتا۔

اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹ لنڈن

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے اور رمضان شریف میں خصوصاً ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے۔

عملی۔ اور اعتقادی۔ قوتوں کا نشو و نما اس وقت تک نہیں ہوتا جبتک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نکرے اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔

اس ضرورت کو پورا کرنیکے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے۔

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں۔ آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔

ان کو آپنے اب تک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں۔ کہ اس میں۔ نور۔ ہدایت۔ اور شفا ہے۔ ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ۔ سات پارے تیار ہیں۔ ساتوں پارے کے اکٹھے خریدار سے صرف ایام رمضان شریف میں چھ روپے لئے جائینگے۔

دفتر الحکم قادیان سے درخواست کرو۔

... پریس ... میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا۔

۳۰ لاکھ عیسائی بنانیکی تجویز

آتش افتادست در رختش بخیر مایگاں
دیدنش از دور کارِ مردم دیندار نیست

دجالی فتنہ جس کو ہم مشنری فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں اپنی سرتوڑ کوششوں میں نت نئے دن نئے منصوبے کرتا ہے۔ اور تعجب نہیں افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان ان تمام تدابیر اور منصوبوں کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش ہیں اور اسکی اصلاح اور انسداد کے لئے ذرہ بھی فکر نہیں کرتے۔

آئے دن ملک میں نت نئی انجمنیں اور نئی سوسائٹیاں مسلمانوں میں قایم ہوتی جاتی ہیں۔ مگر مذہب جیسی ضروری شئے سے جو ان کی تمام ترقیوں کا سرچشمہ ہے۔ غفلت بڑھ رہی ہے میں نے الحکم کی کسی پچھلی اشاعت میں بتایا تھا۔ کہ بعض خانہ بدوش قومیں ملّا وغیرہ مسلمان کہلاتی ہیں۔ اور ارکان اسلام سے محض ناواقف اور نابلد ہیں مگر کوئی جماعت ایسی پرجوش اور صابر واعظین کی اٹھ کھڑی ہو جو ان لوگوں میں جاکر کام کرے تو ایک بہت بڑی قوم مسلمان ہو سکتی ہے۔ میں عام مسلمانوں کو خطاب کرتا دوسری انجمنوں اور تحریکوں کے بانیوں اور کارکنوں سے اپیل کرتا۔ مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ قوم جو اپنی بعثت کی غرض ہی **اشاعت و حفاظت اسلام** رکھتی ہے اور اعلان کرتی ہے۔ اس بات سے غافل ہے تو کسی اور کو کیا کہا جاوے۔

مسلمانوں میں دینوی بیداری کی روح پیدا کرنے والے اگر اپنے ہی نکتہ **خیال** سے ان قوموں کو دیکھتے تو انہیں آج سے بہت عرصہ پہلے اٹھ کھڑے ہونا چاہیئے تھا اور ان ہزار اور لاکھوں کی تعداد میں خانہ بدوش پھرنے والے مسلمانوں کے گروہ کو ایک کارآمد گروہ بنانیکی فکر کرنی ضروری تھی مگر یہ کسقدر افسوس کی بات ہے۔ کہ ایک **مفید** اور ضروری تحریک کو مسلمان اخبارات۔ ہاں احمدی اخبارات بھی جو خالص مذہبی پرچے کہلانیکے مدعی ہیں۔ باوجودیکہ انہیں متوجہ کیا گیا۔ چوں تک نہیں کرتے۔ اور ان کے کان پر جوں تک نہیں چلتی۔ اس قسم کی بے حسی اگر خدا ہی کا فضل ہو تو مسلمانوں کے لئے سخت نحوست کا باعث ہوگی۔

اسلامی اخبارات اور دوسرے احمدی اخبارات اس فروگذاشت کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ کہ کیوں وہ اپنے **اخبارات** کے ذریعہ اس تحریک کو عام کرنے کے لئے قدم نہیں اٹھاتے۔ کہ ان خانہ بدوش اقوام کو مسلمان اور مفید مسلمان بنانیکے لئے کوشش کیجاوے اگر اس مضمون کے بعد بھی وہ خاموش ہیں تو یقیناً

یاد رکھیں کہ وہ عند اللہ قابل الزام اور

زیر حجت ہیں۔

انڈیا میں دوسری قوموں کے اندر جو بیداری کی روح کام کر رہی ہے اس سے سبق لو۔ اور اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دو۔

میں نے یہ بھی بتایا تھا۔ کہ ایک طرف آریہ لوگ شدھی کے لئے زبردست کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے ہزاروں ایسے آدمیوں کو جو ہماری ہی غفلت کیوجہ سے مسلمان کہلا کر بھی اسلام سے واقف نہ تھے۔ اسلام سے نکال لیا ہے دوسری طرف انہوں نے ان قوموں کو جو **ذلیل اقوام** سمجھی جاتی ہیں۔ اٹھا کر عظمت کے پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا ہے اور اس طرح اس خطرہ سے (جو ان کے عیسائی یا مسلمان بننے کا تھا) انہیں نکال لیا مگر ہم ہیں کہ **مست خواب گراں** ہیں۔ اور اب جو خطرناک منصوبہ اور فتنہ آریہ سماج میں نئی تحریک **کمان پین** کے ذریعہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے نتائج پر بھی غور کرنا چاہیئے یہ داستان نہایت دردناک اور پر غم ہے۔ ان آفتوں کا جو اسلام کی جمعیت کو کمزور کرنے کے لئے مختلف اہل مذاہب کی طرف سے آ رہی ہیں پہلے ہی کمی نہ تھی۔ کہ دجالی فتنہ نے ایک نئی صورت اختیار کی ہے اور یہ نہایت خطرناک ہے

جنرل بوتھ مکتی فوج کا لیڈر ہے۔ اور مکتی فوج یعنے عیسائی درویشوں کی جماعت دنیا کے تمام حصص میں پھیلی ہوئی ہے۔ اب اس شخص نے ایک نئی کوشش مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کی ہے اس نے **لارڈ مورلے** وزیر ہند سے ملاقات کر کے ہندوستان میں جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کی سکیم پیش کی ہے۔ اور لارڈ مورلے نے اس سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے وہ تجویز یہ ہے۔ کہ **پنجاب کی بار** میں گورنمنٹ مکتی فوج کے افسروں کو مختلف حصص میں اراضیات دے۔ جہاں وہ ان قوموں کو آباد کریں گے۔ اور ان میں کاشتکاری کے کام کو رواج دیکر جرائم سے بچائیں گے۔

یہ جرائم پیشہ اقوام بدقسمتی سے مسلمان ہیں ملّی وارہ وغیرہ اس مقصد کے لئے انہوں نے کچھ زمین لیکر کام شروع بھی کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرائم پیشہ اقوام میں اب جرائم کی پہلے کی نسبت بہت کمی ہو گئی ہے۔ اور فوجداری مقدمات اور جیلخانجات کی رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ اب جرائم زیادہ دوسری زمیندار قوموں میں ہو رہے ہیں۔ اور سزاؤں کی مار نے ان قوموں کو محنتی بنا دیا ہے۔ اسلئے مکتی فوج کو ان بدنام قوموں کی اصلاح میں جلدی کامیابی کا یقین ہے اسکا نتیجہ یہ ہوگا مکتی فوج کے افسروں کی کوششیں انکو جرائم پیشہ کی فہرستوں سے خارج کرا دیں گی۔ اور انہیں ان کے عطیے اور دوسری مہربانیاں اور بھی زیر بار احسان کریں گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ آسانی کے ساتھ

مسیح کی بھیڑوں میں داخل ہو جائینگے۔

اس حالت کا اندازہ کر کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے

کہ ایک وہ وقت تھا۔ کہ جب ایک شخص مرتد ہو جاتا تو گویا قیامت آجاتی۔ مگر اب ہزاروں اور لاکھوں کو مرتد بنانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔

اگرچہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرآن مجید وعدہ دیتا ہے کہ اگر ایک مرتد ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اسکے بدلے ایک جماعت لے آتا ہے۔ مگر یہ بڑی نادانی ہوگی اگر ہم اس طریق سے مسلمانوں کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اور اس امید پر لوگوں کو مرتد ہونیکا موقع دیں۔ یہ خطرہ جو مکتی فوج کی اس تجویز سے پیدا ہوا ہے مسلمانوں کے لئے نہایت قابل غور ہے۔ اور اگر اس پر غور نہ کیا گیا۔ تو مسلمان ۳۰ لاکھ آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے عیسائی بنانے میں مدد دیں گے۔ اسواسطے ضرورت ہے کہ ابھی سے اس کے انسداد کے لئے انتظام کیا جاوے۔ گورنمنٹ جس حال میں عیسائیوں کو جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کے لئے قطعات اراضی دینے پر آمادہ ہے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ اگر مسلمان اسکے متعلق کار روائی کرنیکا ارادہ کریں تو گورنمنٹ کیوں مدد دینے [illegible] رہیگی۔ پس میں ان لوگوں کو جن کے دل و جگر میں اس بات کا درد ہے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کے لئے اس سکیم کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور گورنمنٹ سے اراضی لیکر ان قوموں کو آباد کرنیکا انتظام کریں۔

گورنمنٹ ضرور مسلمانوں کی مجموعی درخواست پر نوٹس لیگی۔ اور مسلمان اسطرح اپنے ہم قوم گرے ہوئے بھائیوں کو اٹھانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس نیک کام میں انہیں مدد دیگا۔ اور ایسا ہی ان خانہ بدوش اقوام میں اسلام کے [illegible] کی تبلیغ کے کام کو شروع کرنا چاہئے۔ میری سمجھ میں انجمن احمدیہ کو گورنمنٹ میں ایسی درخواست پیش کرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ کیونکہ اشاعت و حفاظت اسلام اسکا خاص اور اصل کام ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں سے ہی اس کام کو لے۔ بہر حال یہ ضروری امر ہے اور اسکو سرسری نظر سے دیکھنا سخت غلطی ہوگی۔ میں تمام مسلمان اخبارات سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کو اپنے

اخبارات میں شایع کریں اور توجہ دلائیں

۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو اس تجویز کو عملی رنگ دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(وباللہ التوفیق)

صدر انجمن کا سالانہ بجٹ

گذشتہ اشاعت میں بجٹ پر غور کرنے کیلئے ایک تمہیدی نوٹ شایع کیا گیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا کہ بجٹ کے شایع ہونے پر کچھ اور بھی کہا جاویگا۔ چونکہ بجٹ شایع ہو گیا ہے میں اس کے متعلق چند غور طلب امور احمدی انجمنوں کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ ان معاملات پر غور کرنیکے بعد میری رائے کو قابل تسلیم یقین کریں تو وہ اپنی انجمنوں میں اسکے متعلق مناسب فیصلہ کریں اور اگر اس رائے کو کمزور اور سقیم خیال کریں تو چھوڑ دیں بہر حال میں نے اپنی سمجھ کے موافق اس پر رائے زنی کی ہے۔

رپورٹ بجٹ پر نوٹ

جیسا کہ میں نے اپنے گذشتہ نوٹ میں ظاہر کیا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ بجٹ کے ساتھ امسال اس رپورٹ کو بھی شایع کر دیا گیا ہے جو بجٹ کے متعلق بعض ضروری تبدیلیوں کا علم دیتی ہے اور اس رپورٹ میں ایک امر نہایت ہی تسلی بخش اور قابل قدر ہے کہ آئندہ صنعتی شاخ کی تجویز کو اختیار کر لیا گیا ہے۔ الحکم کے ناظرین اس کو بھول نہیں سکتے کہ ایک سے زیادہ مرتبہ یہ تحریک الحکم میں کی گئی تھی۔ اور زبانی بھی بعض بزرگان قوم سے اس مسئلہ پر بارہا گفتگو کی کہ مدرسہ کیساتھ ایک صنعتی شاخ کی اشد ضرورت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ضرورت کو محسوس کر لیا گیا۔ اور اب امید کرنی چاہیئے کہ سنہ ۱۱ء میں یہ شاخ خدا کے فضل سے کامیابی کیساتھ چل نکلے گی۔ اس سلسلے میں قوم کے پیشہ ور افراد لوہار۔ ترکھان درزی وغیرہ زیادہ مدد دے سکیں گے اور اپنے لڑکوں کو اس طرح انہیں قادیان رکھنے کا ایک اچھا موقع مل سکیگا۔ باقی تبدیلیوں کے متعلق جو نوٹ دیئے گئے ہیں۔ وہ انتظامی حیثیت سے قابل تسلیم و ضروری ہیں اسلئے اس حصہ کو چھوڑ کر بجٹ کی بعض مدات کے متعلق ضرورتاً غور طلب حصہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے اس پر پوری توجہ ہوگی۔

آمد

(ا) آمد کے بجٹ میں صیغہ تعلیم کی بعض مدات میں گذشتہ سال کے تجربہ آمد کی بنا پر اضافہ نہیں کیا گیا۔ ان میں سے ایک عید فنڈ ہے گذشتہ سال اس مد سے دو ہزار روپیہ کی رقم کا اندازہ کیا گیا تھا جس میں سے صرف پندرہ سو ستتر روپیہ وصول ہوئے حالانکہ اسقدر رقم ایک ہی عید پر آنی چاہیئے۔ یہ افسوس ناک امر ہے اور قوم کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر بالالتزام دو ہزار آدمی بھی ایک عید پر چندہ دیں تو چار ہزار روپیہ کی سالانہ آمدنی ہونی چاہیئے۔ اس لئے احمدی انجمنوں کو اس معاملہ میں پہلے سے زیادہ مستعدی اور ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ اور چونکہ عید الفطر آنے والی ہے اسلئے ابھی سے وہ ایسی تحریک میں لگے رہیں تاکہ پہلی عید پر ہی دو ہزار روپیہ چندہ ہو جاوے۔ کل انجمنوں کی تعداد میرا خیال ہے ایک سو سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔ بعض انجمنیں اس موقعہ پر معقول چندہ جمع کرتی ہیں۔ تاہم بالاوسط اگر ہر ایک انجمن بیس روپیہ بھی دے دو ہزار روپیہ ایک عید پر جمع ہو سکتا ہے امید ہونی چاہیئے کہ آئندہ اس پر توجہ ہوگی۔

(ب) اشاعت اسلام کی مد میں گذشتہ سال چودہ ہزار چھ سو روپیہ تخمینہ کیا گیا تھا۔ اور سال آئندہ کے لئے۔ جسکا بجٹ شایع کیا گیا ہے۔ صرف چودہ ہزار روپیہ تخمینہ کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سال گذشتہ کی کمی آمدنی یعنی چودہ ہزار چھ سو کی بجائے صرف چھ ہزار پانچسو انتالیس روپیہ کی آمد کا ہونا اس امر پر مجبور

کرنا تھا کہ آیندہ سال کے لئے تخمینہ کم کیا جاوے۔ مگر زراعت اسلام جیسی ضروری مد [illegible] افسوس ناک ہے۔ اسلئے قوم کا فرض ہے کہ وہ توجہ کرے۔ اور یہ کمی آمدنی اس مد میں اعانت اور رسالہ کی خریداری کی کثرت سے پوری ہو سکتی ہے تخمینہ شدہ آمد کے نصف سے بھی کم وصول ہونے کیوجہ سے مجوزین بجٹ مجبور ہیں کہ کم آمدنی کا اندازہ کریں۔

(ج) مقبرہ بہشتی کی آمد میں سالگذشتہ کے مقابلہ میں دو ہزار کم کا تخمینہ کیا گیا ہے۔

(د) جایداد کی مد میں سب سے زیادہ بیشی ہوئی ہے۔ اور آمدنی جایداد بھی سالگذشتہ کے بجٹ کے مقابلہ میں دس ہزار کے قریب کم ہوئی ہے۔ تاہم آیندہ سال کے لئے اسی ہزار چھ سو روپیہ تخمینہ کیا گیا ہے خدا کرے کہ اس سے بھی زیادہ آمدنی اس میں ہو +

باقی مدات کی آمدنی میں اضافہ تجویز کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اب اخراجات کے بجٹ پر غور کرنا چاہیئے۔ اور ان میں سب سے اول میں صیغہ جایداد کو لیتا ہوں۔

صیغہ جایداد۔

سب سے اہم صیغہ بجٹ میں جس پر ہمیں غور کرنی چاہیئے وہ صیغہ جایداد ہے۔ صیغہ جایداد کی آمدنی جو گذشتہ سال میں تخمینہ کی گئی تھی۔ وہ ترپن ہزار تھی۔ اور ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ء تک جسقدر آمدنی اس میں یقین کی گئی ہے اسکی تعداد تینتالیس ہزار آٹھ سو روپیہ ہے۔ گویا آمدنی تخمینہ شدہ سے قریباً دس ہزار کے کم ہے اور سال آیندہ کے لئے یہ آمدنی بقدر اسی ہزار چھ سو روپیہ ہے (اللھم زد فزد) اس آمدنی کی مد میں ایک مد سٹور کی ہے۔ جسے شاخ صنعتی کے ضمن میں رکھا گیا ہے ۲۵ ہزار اسکی آمدنی ہے اور ۲۵ ہزار تین سو خرچ دکھایا گیا ہے +

اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس صیغہ جایداد کی ذیل غور قوم پر توجہ دلائی جاوے انجمنوں کو بجٹ کے پاس کرتے وقت اسکا لحاظ رکھ لینا ضروری ہے صیغہ جایداد کی ضمنی مدات میں۔ ایک مد باغیچہ مقبرہ بہشتی بھی ہے۔ مقبرہ بہشتی کے باغیچہ کی آمد سالگذشتہ میں ۲۰۰ تخمینہ کیا گیا تھا جس میں سے [illegible] وصول ہو چکے ہیں۔ اور جولائی [illegible] ستمبر کے لئے ۔۔۔ کا تخمینہ آمد کا ہے جو گویا گذشتہ نو ماہ کے مقابلہ میں تین مہینوں کی آمدنی [illegible] امید کی گئی ہے۔ لیکن اگر ان مہینوں میں یہ اس قدر آمدنی ہی ہو جاوے تو بھی سالگذشتہ کی آمدنی سو روپیہ [illegible] ہے اور سال آیندہ کے لئے آمدنی کا تخمینہ بھی دو سو ہی کیا گیا ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ مقبرہ بہشتی کے باغیچہ پر سالانہ خرچ کیا ہوتا ہے؟ اور آیندہ کیا خرچ کرنا تجویز کیا ہے؟ سالگذشتہ میں مقبرہ بہشتی کے باغیچہ پر ۲۰۹ روپیہ خرچ ہوئے ہیں جو آمدنی سے قریباً پانچ گنے ہیں اور سال آیندہ کے لئے یہ خرچ ۲۱۶ روپیہ تک بڑہا دیا [illegible] اگر دو سو روپیہ سالانہ آمدنی بھی باغیچہ کی ہو تو بھی خرچ دو سو کے اندر ہونا چاہیئے۔ نہ کہ اس سے [illegible]۔

پس اسحالت میں ضروری ہے کہ اس خرچ کو کسی طرح دو سو سے نیچے گرایا جاوے یا کم از کم آمد خرچ برابر رکھا جاوے۔ مقبرہ بہشتی کے لئے دو مالی تیرہ روپیہ اور دس روپیہ ماہوار کے تجویز کئے گئے ہیں۔ جو بالکل نامناسب اور غیر ضروری ہیں۔ اسلئے انجمنوں کو مقبرہ بہشتی کی آمد اور خرچ کے سوال پر غور کرنا چاہیئے اور آمد و خرچ کو برابر کرنے کی کوشش کی جاوے۔ یہ تفصیل وہ بجٹ کے صفحہ ۲۳ پر پائیں گے۔

اسی صیغہ میں درختان اراضی مدرسہ ہیں۔ ان پر بھی ۲۶۰ روپیہ سالانہ خرچ تجویز کیا گیا ہے سالگذشتہ میں ۲۰۴ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اس خرچ کی بڑہانیکی وجہ بتائی گئی ہے کہ یہ درخت کسی وقت انشاءاللہ اپنے خرچ کو پورا کر لیں گے اور چونکہ ابتدائی حالت ہے اسلئے یہ خرچ گو زیادہ ہے مگر قابل اعتراض نہیں ہے۔ اسلئے میں یہ کہونگا کہ گذشتہ سال کے خرچ سے زیادہ بڑہانیکی ضرورت نہیں جبکہ بہت بڑا حصہ درختوں کا لگ بھی چکا ہے۔ اور اگرچہ یہ درخت سردست کوئی فائدہ نہیں دیسکتے اور کوئی صورت آمدنی کی انسے پیدا نہیں [illegible] گھاس کی فروخت سے کچھ نہ کچھ آمدنی [illegible] ہو سکتی ہے۔ پس درختان اراضی مدرسہ [illegible] باغیچہ مقبرہ بہشتی کے اخراجات جو سال آیندہ میں ۴۸۶ تجویز کئے گئے ہیں۔ ان میں [illegible] ہو سکتی ہے مالی (۱۲۰ روپیہ) آبپاشی [illegible] متفرق ۲۰۰ [illegible] ۵۲۰۔ اسطرح اس میں [illegible] گنجایش نکل [illegible] میں صرف گنجایش ہے [illegible] ہو سکتی ہے کہ جب فائدہ [illegible] سکتا ہے تو اسقدر گنجایش کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر صیغہ جایداد میں دو بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں [illegible] انتظام جایداد کی مد کو انتظام مد تعمیر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اور اسطرح بجٹ کی [illegible] میں [illegible] اصل اخراجات میں کمی دکھائی گئی ہے یا یہ کہو۔ ۲۳۵ روپیہ سالانہ تخمینہ بجٹ اس مد کا کم کر دیا گیا ہے۔ بظاہر یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن دوسری طرف سٹور کی مد میں ۳۰۰ سالانہ کے زاید اخراجات منظور کر لئے گئے ہیں۔ جس سے یہ کمی کمی نہیں رہتی بلکہ بجٹ کے لحاظ سے ۶۵ کی بیشی اور اصل اخراجات سالگذشتہ کے مقابلہ میں ۲۱۷ سالانہ کی بیشی ہے اس تفرقہ کو بجٹ شایع کردہ کے صفحہ ۲۳ کی ضمنی مد سٹور اور صفحہ ۲۱ کی ضمنی مد انتظام جایداد سے مقابلہ کیا جاوے۔ سردست یہ تبدیلیاں قابل لحاظ ہیں۔

پھر صیغہ **تعلیم ہے**۔ تعلیم کی آمد اور خرچ کے بجٹ میں صرف اٹھارہ روپیہ کا فرق ہے۔ جو خلاصہ بجٹ کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنے خرچ آمد سے بقدر ۱۸ روپیہ سالانہ کے زیادہ ہے۔ اگرچہ یہ صرف ڈیڑھ روپیہ ماہوار کی بیشی ہے۔ مگر امید ہے کہ آخری مرتبہ بجٹ کے پاس ہونے پر اسکو بھی کم کر دیا جاویگا اور آمد و خرچ میں

اگر خرچ آمد سے کم نہیں تو کم از کم برابر ہی رکھا جاویگا۔

اشاعت اسلام۔ اس مد کے متعلق بھی بہت غور اور فکر کی ضرورت ہے اشاعت اسلام ہی سلسلہ کا اصل کام ہے۔ اسکے آمد اور خرچ کے مختلف صیغہ جات پر نظر کرنا بہت ضروری ہے اور اخراجات کی مد پر آمد کے مقابلہ میں بہت غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آمد تو قریباً ظنی ہوتی ہے۔ اور اخراجات بالمقابل یقینی۔ چنانچہ جب ہم آمد کے صیغہ پر نظر کرتے ہیں تو گذشتہ سال میں سترہ ہزار چھ سو اکانوے (۱۷۶۹۱) تجویز کیا گیا تھا۔ وہ سالگذشتہ میں ۹۸۴۴ ہوا جو آمد سے قریباً ڈیوڑھا ہے ہم کو اس حیثیت سے کہ اشاعت اسلام کی مد میں اسقدر خرچ کیا گیا خوش ہونا چاہیئے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ آمدنی سے قریباً ڈیوڑھا ہے۔ تو افسوس ہوتا ہے۔ اول تو تخمینہ بجٹ میں اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے تھا کہ وہ آمدنی سے بڑھے نہیں۔ لیکن اگر ایسا اندازہ کرنے میں سہل انگاری ہوئی تو گذشتہ تجربہ سے آئندہ فائدہ اُٹھانا ضروری ہے۔ سال آئندہ کے لئے اشاعت اسلام کی آمدنی صرف چودہ ہزار اور خرچ چودہ ہزار ایک سو دس روپیہ تجویز کیا ہے۔ کیوں اصلی غلطی کا پہلے ہی انسداد نہ کیا جاوے۔ اور خرچ آمد سے کم کر دیا جاوے۔ اگر آمدنی چودہ ہزار تخمینہ کی ہے جو سالگذشتہ میں ساڑھے چھ ہزار کے قریب ہوئی۔ تو اگر اس سال میں چودہ ہزار پوری بھی ہو جاوے تو بھی خرچ کسی صورت میں بارہ ہزار سے۔ زیادہ نہیں ہونا چاہیئے اور اصولی رنگ میں تو سال آئندہ کا خرچ چھ ہزار پانچسو انتالیس روپیہ سے زیادہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کیونکہ اسقدر آمدنی کے لئے ایک طرح یقین اور وثوق کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے احمدی انجمنوں کے قابل غور یہ امر ہونا چاہیئے۔ کہ اس مد کے اخراجات میں مناسب ترمیم کریں۔

اشاعت اسلام کی مد میں صرف عملہ تصنیف و تالیف (جس میں ایڈیٹر نائب ایڈیٹر اور چپراسی کو شامل کیا گیا ہے) کا خرچ سالانہ تین ہزار ایک سو بیس روپیہ ہے جس کے مقابل میں صرف فروخت رسالہ اور اشتہارات متعلقہ کی آمدنی جو اخراجات کا جزو اعظم ہونا چاہیئے چار ہزار آٹھ سو تین روپیہ ہے اسطرح پر صرف اٹھارہ سو روپیہ کے قریب باقی اخراجات کے لئے بچتا ہے۔ بحالیکہ مفت اشیوع پرچوں کی طبع کا خرچ صرف ۱۳۳۴ روپیہ ہے اور عملہ انتظام کا خرچ ۶۳۸ روپیہ سالانہ ہے اسطرح پر کاغذ کی قیمت جو پانچسو کے قریب ہے اور سارا خرچ قریباً تین سو روپیہ کے اور چھ سو کے قریب ٹکٹوں کا خرچ مزید برآں ہے۔ ان تمام رقومات پر جو اشاعت اسلام کی مد میں صفحہ ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ پر دیکھی جا سکتی ہیں غور کرنے سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ اخراجات آمد سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

اشاعت اسلام کی ایک ایک مد پر اگر ہمارے احباب غور کریں گے۔ تو انہیں معلوم ہوگا کہ خرچ کس طرح پر بڑھا ہوا ہے میںنے اوپر رسالہ کی آمد خرچ کو دکھایا ہے۔

اسی طرح پر دوسری مدات کے جزوی امور پر اگر بحث کیجاوے تو معلوم ہو گا کہ خرچ زیادہ ہے۔ اس حالت میں غور طلب امر یہ ہے کہ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے۔ جس سے یا تو اخراجات کم کئے جاویں یا آمدنی میں بیشی ہو۔ اشاعت اسلام کی کل مدات کی آمدنی ۶۵۳۹ دکھائی گئی ہے لیکن جب اسکی دی ہوئی تفصیل پر جو صفحہ ۲ پر دیگئی ہے غور کرتے ہیں تو وہ اس سے مطابقت نہیں کھاتی۔ حساب کے معاملہ میں اس قسم کی سہل انگاری کبھی قابل تعریف امر نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کہ جو حساب ہمارے ہاتھوں میں دیا گیا ہے اور سکرٹری ناظر اور محاسب کے دستخطوں سے دیا گیا ہے اسے ہم صحیح یقین کرتے ہیں۔ اور کرنا چاہیئے۔ لیکن جب اسکے اندراجات باہم مطابقت نہ کھائیں تو یہ قابل افسوس امر ہے مثال کے لئے اشاعت اسلام کی آمدنی جو خلاصہ میں دیگئی ہے اور اس کی تفصیل جو مد اشاعت اسلام میں دیگئی ہے۔ اسکا مقابلہ کر کے دیکھ لیا جاوے بہرحال اشاعت اسلام کی مد میں بھی اخراجات آمد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ ضروری امر ہے۔ کہ اخراجات کو ایسے پیمانہ پر لایا جاوے جو آمد سے بڑھنے نہ پاویں جو اصول بجٹ میں مدنظر رہنا چاہیئے وہ کم از کم اخراجات کے لئے آمدنی کے ثلث یا نصف کے برابر ہو اور زیادہ سے زیادہ برابر یہ کہ آمدنی سے ہی بڑھ جاوے اسطرح پر انجام جو کچھ ہوتا ہے وہ ظاہر ہے میری سمجھ میں اس مد کے اخراجات میں کمی کے لئے ہمارے نوجوان احباب کو قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر رسالہ کے ایڈیٹری کے لئے کچھ خرچ نہ کرنا پڑے۔ اور دوسرے عملہ میں مناسب ترمیم ہو جاوے تو کمی ایک حالت تک ہو سکتی ہے۔ مثلاً دو محرر ہیں۔ انکی بجائے ایک محرر کافی ہے دفتر روانگی میں جو کام ہے وہ اسقدر ہوتا ہے کہ مہینے میں ایکمرتبہ رسالہ روانہ کر دیا۔ جس کی چٹیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور روزانہ خطوط کی تعمیل کر دی اور اگر دو محرر ہی ضروری ہوں۔ تو بھی صرف بیس روپیہ ماہوار پر انٹرنس پاس ملسکتے ہیں اور گورنمنٹ اپنے دفاتر میں انہیں ابتدائی تنخواہوں پر لیتی ہے۔ ایک ماہواری رسالہ کا کام ہفتہ وار اخبار کے مقابلہ میں بہرحال کم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ جہاں اخبار کو مہینے میں چار بار روانہ کرنا پڑتا ہے۔ وہاں رسالہ ایکبار میں الحکم کا ذکر نہیں کرونگا کیونکہ میرے دوست اسکا جواب دینے میں شاید اور راہ اختیار کریں۔ اسلئے بدر کو پیش کرتا ہوں۔ وہاں صرف ایک اسسٹنٹ یہ تمام کام کرتا ہے اور ضرورتاً مضمون بھی لکھتا ہے اور کاپیاں اور پروف بھی پڑھتا ہے۔ اور وی پی بھی لکھتا ہے۔ میگزین کے دفتر میں بالمقابل دو کلرک ہیں اور وی پی کا کام دفتر محاسب میں ہے۔ ان حالتوں میں دفتر میگزین میں دو کلرک بالکل غیر ضروری ہیں صرف ایک سے کام چلسکتا ہے اور چلنا چاہیئے۔

ایڈیٹر کے متعلق میں نے کہا ہے کہ رسالہ کی ایڈیٹری پر کچھ بھی خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ جس قابل بے نفس اور فرشتہ سیرت انسان کے ہاتھ میں اب رسالہ ہے۔ یعنی مخدومی مولوی شیر علی صاحب بی۔اے ان کی خدمات کا جو کچھ بھی معاوضہ دیا جاتا ہے وہ کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کے بے نفس آدمی خدا کے فضل ہی سے ملتے ہیں۔ اگر نوجوان انگریزی خوان مولوی صاحب کا ہاتھ بٹائیں اور ان کا کام صرف رسالہ میں ایک آدھ مضمون لکھ دینا ہو اور باقی ذمہ واری اور ہاتھوں میں منتقل ہو سکے تو مولوی صاحب کا کچھ وقت کسی دوسری خدمت کیلئے بھی نکل سکتا ہے اور ترجمۃ القرآن کی الگ مد قایم کر کے ایڈیٹر ترجمۃ القرآن کے معاوضہ کو اس مد میں ڈالدینا چاہیئے۔ اس سے ایک تو ترجمۃ القرآن کے لئے سرمایہ جمع ہوتا رہیگا یا ضرورتاً اس کے اخراجات مقبرہ بہشتی کی مد میں منتقل ہو سکیں گے اور چونکہ وہ سکرٹری شپ کے فرائض بھی ادا کرتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا۔ کہ ان کی نصف تنخواہ صیغہ انتظامی میں رکھدی جاوے اور سکرٹری پیڈ کر دیا جاوے جسطرح انجمن حمایت اسلام میں ہے۔

پھر دفتر روانگی رسالہ وغیرہ کے سایر خرچ میں بھی مناسب کمی ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ دو سو پانچ روپیہ سالانہ خرچ بہت زیادہ ہے سایر خرچ میں اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو سوئی دھاگا۔ قلم۔ گوند۔ سیاہی۔ وغیرہ اشیاء بھی شامل ہیں۔ اور اسپر سوا سترہ روپیہ ماہوار کا خرچ بہت زیادہ ہے۔ مہتمم صیغہ توجہ کریں گے۔ تو یہ خرچ کم ہو جائیگا۔

کلرکوں کے سلسلہ میں۔ میں مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی نظیر بھی پیش کرنی چاہتا ہوں جہاں کام کی بہت زیادہ کثرت ہے۔ اور جہاں کا کلرک اکیلا ہی سب کام کرتا ہے اور آئندہ سال کے لئے اس بیچارے کے لئے صرف بیس روپیہ ماہوار کی گنجایش رکھی ہے۔ اب تک سے پندرہ روپیہ ہی ملتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں طلباء کی کثرت ہو رہی ہے اور تعداد طلباء قریباً ڈیوڑھی ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے بورڈنگ کے عملہ میں ایزادی ہو رہی ہے۔ بورڈنگ ہوس میں بھی دو کلرک ہو چکے ہیں مگر مدرسہ میں ایک ہی کلرک ہے۔ میرا خیال ہے کہ مدرسہ کا کام میگزین کے دفتر کے کام سے زیادہ ہے پھر بھی جب وہاں ایک کلرک کام کرتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دفتر میگزین میں بھی ایسی تنخواہ کے کلرک سے کام نہ لیا جاوے۔

غرض محرروں کے عملہ میں کمی ہونی چاہیئے۔ میں اسپر اب زیادہ بحث نہیں کرنی چاہتا۔ بہر حال اشاعت اسلام کے صیغہ میں اخراجات کو اعتدال پر لانے کی کوشش کیجاوے۔

اب اسکے بعد دفتر مقبرہ پر نظر کی جاتی ہے ایک وقت تھا کہ دفتر مقبرہ کے محرر کی عدم ضرورت پر بڑی بحث ہوئی اور وہ انجمن کے روئیدادوں اور ریکارڈوں میں موجود ہونی چاہیئے۔ مگر اب ایک محرر پندرہ ۱۵ روپیہ ماہوار کا موجود ہے۔ مقبرہ بہشتی میں سال گذشتہ کی آمدنی تخمینہ چھ ہزار کیا گیا تھا۔ جس میں صرف دو ہزار سات سو بتیس روپیہ آمدنی ہوئی۔ اور خرچ ۱۳۹۶ روپیہ ہوا۔ سال آئندہ میں آمدنی تو چار ہزار تجویز کی ہے۔ اور خرچ دو ہزار سات سو بیاسی جو سال گذشتہ کے مجوزہ خرچ تین ہزار بائیس کے مقابلہ میں سو کے قریب کم ہے۔ آمدنی میں تو $\frac{1}{3}$ کی کمی اور خرچ میں [illegible] کی کمی یہ نسبت غیر معقول ہے۔

اخراجات مقبرہ میں بھی اگر $\frac{1}{3}$ کی نہیں تو کم از کم [illegible] کی کمی ہونی چاہیئے تھی۔ میں تو اس اصول کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس پر بجٹ طیار ہوا ہے۔ مگر قیاس ہو سکتا ہے کہ اس امر کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ کہ آمد اور خرچ کے لئے کوئی موازنہ قایم ہو۔

مقبرہ بہشتی کی ذیل میں مساجد اور تبلیغ بھی ہے۔ تبلیغ کیلئے بہت بڑی ضرورت واعظین کی ہے۔ اور اس کی ہی کمی ہے اور بہت بڑی کمی ہے اس کو پورا کرنا چاہیئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جسقدر واعظین پر خرچ کیا جائیگا۔ اس سے زیادہ انشاء اللہ العزیز وہ جمع بھی کرلائیں گے اور تبلیغ عام ہو سکے گی۔ اضلاع متحدہ اور سنٹرل انڈیا اور پہاڑی علاقہ جات میں واعظین کے بھیجے جانے کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس مد میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ غرض یہ اشارات میں نے مختصر طور پر لکھے ہیں۔ اور ان پر بڑی بحث ہو سکتی ہے احمدی انجمنیں اور وہ لوگ جو بجٹ پر رائے زنی کریں گے۔ اس پر غور کریں۔

من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خردا ایں روز است ای دانا مہ ریکے

خطبہ نبویہ بابت رمضان شریف

رمضان شریف کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ اہل حدیث نے شایع کیا ہے میں نہایت احترام کے ساتھ اس خطبہ کو رمضان شریف کے متعلق خود کچھ لکھنے کی بجائے درج کرنا پسند کرتا ہوں

ایڈیٹر

عربی	اردو
عن سلمان الفارسیؓ قال خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی اٰخر یوم من شعبان فقال یایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلہ تطوعاً من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن	حضرت سلمان فارسی رضم کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخیر روز ہم کو خطبہ سنایا۔ جس میں فرمایا۔ اے لوگو! ایک بہت بڑا بابرکت باعظمت مہینہ تمپر آپہنچا ہے۔ اس میں ایک شب ایسی ہے جو (عبادت کے لحاظ سے) ہزار مہینے سے اچھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے

ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر و الصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فیہ رزق[1] المومن من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ الذنوبہ وعتق رقبۃ من النار و کان لہ مثل اجرہ من غیران ینقص من اجرہ شیٔ قلنا یارسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا یظما حتیٰ یدخل الجنۃ وھو شھر اولہ رحمۃ و اوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النار ومن خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ و اعتقہ من النار (مشکوۃ کتاب الصوم)

اس مہینے کے روزے تجھ پر فرض کئے گئے ہیں اور رات کو قیام بغرض تراویح تمہارے لئے کار ثواب ہے جو کوئی اس مہینے میں کوئی کار خیر بطور نفل کے کرے دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے والوں کے برابر ہے اور جو کوئی اس میں کوئی فرض ادا کرے وہ دوسرے دنوں میں ستر فرض ادا کرنیوالے کے برابر ہے یہ مہینہ صبر کا ہے اور اس صبر کا عوض جنت ہے اور یہ مہینہ باہمی سلوک کا ہے اس مہینے میں مومن کا رزق[1] بڑھ جاتا ہے جو کوئی کسی روزہ دار کو افطار کرادے یعنے روزہ کھولنے کے وقت اس کو کچھ کھلاوے اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور اسکی گردن جہنم کی آگ سے رہا کیجاویگی اور اس کو بھی روزہ دار جتنا اجر ملیگا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کمی ہو ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا کہ حضور ہم میں سے ہر ایک کو یہ وسعت نہیں کہ روزہ دار کو کھانا کھلا سکیں حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ اس شخص کو بھی یہ ثواب دیگا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ کا یا ایک کھجور یا پانی کا گھونٹ پلائے ہاں جو شخص روزہ دار کو شکم سیر کرے اللہ تعالےٰ اس کو میرے حوض سے ایسا پانی پلاویگا۔ کہ میدان حشر سے فارغ ہو کر جبتک وہ جنت نہ جائے پیاسا نہ ہوگا۔ (یہ بھی فرمایا) اس مہینے کے اول میں رحمت ہے اور درمیان میں بخشش ہے اور آخر میں (روزہ داروں کی جہنم سے آزادی ہے جو کوئی اس مہینے میں اپنے ماتحت اور نوکر سے کام میں (بسبب اس کے روزے کے) تخفیف کرے اللہ تعالےٰ اسکو بخش دیگا۔ اور اس کی گردن آگ سے آزاد کردے گا + انتہیٰ

بعض لوگ روزہ صرف اسی چیز کو سمجھتے ہیں۔ کہ کھانے پینے سے موہنہ بند ہو۔ باقی جو چاہیں کریں۔ گالی گلوچ بکیں۔ غیبت کریں۔ فحش قسم کے گیت گائیں وغیرہ وغیرہ پس ایسے لوگوں کو اس حدیث سے مطلع رہنا چاہیئے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (رواہ البخاری)

جو کوئی روزہ رکھکر جھوٹ بولنا اور بدعملی کرنا نہ چھوڑے خدا کو اس کی بھوک پیاس کی حاجت نہیں۔ یعنے اوس کا روزہ قبول نہیں (روایت کیا اس کو بخاری نے) منہ

پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے روزہ کو محفوظ رکھیں اور محنت شاقہ کو ناحق ضائع نہ کریں۔

---

[1] رزق سے مراد حصہ ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ۔ یعنے اے شرکو! تم اپنا حصہ تکذیب ہی بناتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کے نیک اعمال کا حصہ بڑھ جاتا ہے۔ منہ۔

عید فنڈ کیلئے ابھی سے فکر کرو

رمضان المبارک کی آمد عید کے آنے کا پیش خیمہ ہے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اسی اخبار میں عید فنڈ کی تحریک کروں۔ مجھے زیادہ کہنے کی حاجت نہیں اور صحرفی الفاظ میں حقایق پسند قوم کے سامنے تحریکیں کرنا کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری قوم بھی الفاظ پرست اور چکنی چپڑی باتوں ہی سے متاثر ہو سکتی ہے تو یہ افسوسناک امر ہوگا۔ مدرسہ کے مساکین اور یتامی کی اعانت کی یہ ایک سبیل ہے اور ایسے موقعہ پر کہ ہم بہت کچھ اپنی اور اپنے بچوں کی خوشی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ایک روپیہ عید فنڈ کے لئے دیدینا کچھ بڑی بات نہیں میں نے کسی دوسری جگہ بجٹ پر ریمارک کرتے ہوئے بھی عید فنڈ کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم اس عید پر دو ہزار روپیہ تو جمع ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر احمدی انجمنیں اس امر کا انتظام کرلیں کہ وہ اپنے تمام ممبروں سے یہ چندہ وصول کریں۔ تو کچھ بھی شک نہیں کہ دو ہزار سے زیادہ ضرور وصول ہو جائے بہرحال احباب کو ابھی تحریک کرنی چاہیئے۔ اور عید فنڈ کی وصولی میں کوشش کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھنا چاہیئے۔

صدقۂ فطر بھی مساکین کے لئے یہاں بھیجنا چاہیئے اور بہتر ہوگا کہ یہ رقوم ۲۷ رمضان تک قادیان میں پہنچ جاویں۔

صدقۂ فطر کے متعلق میری رائے ہے کہ صدقات امام کے ہاتھ میں جانے چاہئیں اور پھر جہاں وہ مناسب سمجھے خرچ کرے۔ یہ مہینا ویسے بھی صدقات کا مہینہ ہے۔ بعض لوگ کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکنے کا فدیہ دیتے ہوں گے۔ وہ یہاں امام کے پاس بھیجدیں اور اور صدقات جو آجکل کئے جاویں وہ بھی امام ہی کے پاس آنے چاہئیں۔ احباب توجہ کریں۔

عَرَب کی بیٹیاں

کتب بینی۔ اور مطالعہ کیسی مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ اس کا پتہ صرف اسی وقت چلتا ہے۔ جبکہ کتابوں اور مطبوعات کی ورق بضیمت دل۔ خوش کن حکایت اور دلکش سوہیت نظر سے گذر جائے۔ ابھی یہ گذشتہ رات کا واقعہ ہے کہ میں ایک تازہ عربی پرچہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں "نساء العرب" کی سرخی سے ایک ایسا دل پسند مضمون پڑھا جو اپنی آپ نظیر اور ہماری مستورات کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے اسوقت جبکہ قوم میں تعلیم نسوان کا میلان زوروں پر ہے۔ اور مردوں کی تعلیم بھی کہنے کے لئے کچھ ہو چلی ہے۔ ایسے مؤثر اقوال اور تاریخی نوادر کا ابنائے قوم اور بناتِ ملت کی خدمت میں ہدیہ کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے جو ان کو خوش اخلاقی اور علم مجلس کے اداب سکھائیں اور اپنے پاک اثر سے اُن کے دلوں کو موثر بنائیں۔

تمام دنیا کے علماء و حکما ہادیان دین اور مقتداء صاف صاف لفظوں میں عورت کو رحم و محبت نیکی اور مروّت اخلاق واداب اور حیا اور عصمت کی پتلی کہتے۔ اور اس کو گھر کی ملکہ۔ بچوں کی مربیہ۔ مرد کی مونس۔ دکھ درد کی شریک اور راحت و آرام کی رفیق مانتے ہیں کسی ملک کی تاریخ صدہا اس قسم کے سچے واقعات سے خالی نہ ملیگی۔ جو عورت کے شائستہ اخلاق پاکدامنی شوہر پرستی مامتا۔ انتظامی قابلیت خلوص بے ریا اور محبت صادقہ کے شاہد نہ ہوں ہمارے ملک ہندوستان کی قدیم و جدید تاریخ بھی ایسے حالات سے خالی نہیں۔ یہ ملک اگرچہ زمانہ دراز سے مختلف اقوام اور ادیان کی گوناگون بستی بنگئی ہے۔ اور کبھی کبھی ان ہموطنوں میں اتفاق و اتحاد کا سررشتہ برہم بھی ہوتا رہا ہے لیکن اسوقت سے نصف صدی قبل تک اہالی ہند کی مستورات میں وہ خوبیاں موجود تھیں جنکو فرقہ نسوان کا اصلی زیور کہنا بجا ہے اور افسوس ہے کہ اس کی کمی ہمارے ملکی اور قومی آداب کو انحطاط کے گڑھے میں گرائے چلی جاتی ہے۔

عورتیں قومی اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ انہی کے قدرتی اطوار و عادات قوم کے رگ و پے میں جاری وساری ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ عورتیں ہی اخلاق کی مربیہ اور تہذیب نفس کی معلمہ ہیں۔ امام غزالی رح نامور فیلسوف اسلام اپنے رسالہ تربیت الاطفال میں یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ:" باپ کو اپنے بچے کی نگرانی اس کی ولادت کے وقت ہی سے کرنی چاہیئے۔ دائی اور کھلائی دیندار نیک مزاج اور اکلِ حلال کی خوگر عورت کو مقرر کیا جاوے ورنہ حرام خور دائی کا دودھ پی کر بچے کی سرشت میں شرارت اور خباثت کا جز مل جائیگا۔ اور وہ طبعاً بدی اور عیوب کیطرف میل کریگا" پس جبکہ دودھ پلانے والی عورت میں ایسی شرطوں کا لگایا جانا ضروری ہو تو خاص ماں میں کیوں نہ اسطرح کی شرطیں لگائی جائیں جو کہ خاندان اور گھر کی بنیاد اور خوش اخلاقیوں کا سرچشمہ ہوتی ہے۔

ہمارے ملک و قوم میں جسقدر بد اخلاقی اور عیوب نظر آتے ہیں۔ ان کی بنا ہماری عورتوں کی حالت زار ہے۔ ان عیوب اور بد چلنیوں کا بلا الزام زمانہ کی تہذیب و ترقی کے سر ڈالنا کبھی صحیح نہیں ہو سکتا ہماری دینی اور دنیوی پستی سب اسی کمی کا نتیجہ ہے جو ہماری عورتوں کی تعلیم و تربیت میں پائی جاتی ہے وہ آداب شریعت کہاں ہیں؟ جو ادائے فرض کی عادت ڈالیں۔ اور ان قدرتی آداب و اطوار میں سے اب کیا باقی رہگیا ہے جو آبادی عالم کے پاکیزہ اصول سکھائیں؟ پچھلے زمانہ کی بیبیاں اور اخلاق اور نیکی کی دیبیاں۔ رحم اور محبت کی پتلیاں۔ پاکدامنی کی نمونہ۔ شوہروں کی سچی رفیقہ مامتائی پوری اور عقل و شائستگی میں کامل ہوتی تھیں۔ اور اب وہ وقت آیا ہے کہ لڑکیاں تو کجا ماؤں کو بھی ان بزرگ بڑی بوڑھیوں کی پاسنگ تک نہیں پایا جاتا۔ جنکی خال خال صورتیں اب بھی کہیں کہیں دکھائی دے جاتی ہیں۔ البتہ آجکل کی عورتوں میں جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل۔ شوہروں کیلئے وبال جان ضرور ہیں۔ زیور لباس بناؤ سنگار اپنی ذات کے لئے مکان کی آرائش و زیبائش سہیلیوں کے قدوم کی غرض سے۔ اور سیر و ملاقات کے واسطے سواری ہو اور نہ ہو تو برقعہ اوڑھنا اور گھر سے نکل کھڑی ہوئیں نہ اولاد کی تربیت کا خیال اور سلیقہ ہے۔ نہ شوہر کی مزاجدانی کا ڈھنگ آتا ہے نہ انتظام خانہ داری میں کوئی کفایت اور سگھڑپن دکھا سکتی ہیں۔ بس ظاہرداری پرستی جاتی ہیں اور اسی کو اپنے عیوب کا پردہ پوش سمجھتی ہیں اگر ان حالات میں قوم کے اخلاق نہ بگڑیں تو جائے تعجب ہے اور انکا بگڑنا کوئی کا مقام نہیں پچھلے زمانہ کی عورتوں کے زندہ نمونے ہنوز خال خال ہی ملتے ہیں۔ لیکن ان کے اقوال اور اعمال بقائے دوام کا تمغہ حاصل کر چکے ہیں اور تاریخ کے صفحے قیامت تک متلاشیوں کو انکا معائنہ کراتے رہیں گے۔ ایسے ہی اقوال کے ایک مقولہ وہ نصیحت ہے جو کہ عرب کے خاندان بنی تغلب کی ایک خاتون "اُمامہ بنت حرث" نے اپنی بیٹی کو اُسے شوہر کے گھر رخصت کرتے وقت کی تھی۔ اور جکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

بیٹی! اگر عالی حسبی اور شائستگی کو دیکھتے ہوئے کسی کو نصیحت کرنا برا ہوتا تو میں کبھی یہ چند باتیں تیرے گوش گذار نہ کرتی۔ جو اس وقت کہوں گی۔ لیکن تو یاد رکھ کہ نصیحت عقلمند کیلئے یاد دہانی اور غافل کے لئے تنبیہ ہوا کرتی ہے"

بیٹی اگر کوئی عورت اپنے باپ کی دولتمندی کیوجہ سے بیاہ کرنے کی پرواہ نہ کرتی۔ تو تو اسبات کی سب سے بڑھکر پرواہ نہ کر سکتی تھی۔ لیکن بات یہ ہے کہ جسطرح مرد ہمارے لئے بنے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی مردوں کے واسطے بنائی گئی ہیں"

بیٹی! تو اپنے پرورش پانے اور پروان چڑھنے کے گھر سے نکلکر ایسے گھر میں جارہی ہے جسکے ملک میں ایک شخص تجھپر بادشاہ و مالک ہوگا تو اسکی لونڈی بنکر رہنا وہ تیرا مطیع غلام ہوکر رہیگا تو اس کے سامنے دس عادتوں کی پابند رہنا یہ عادتیں تیری یادگار اور اسکا ذخیرہ بنیں گی۔ اول اور دوم یہ کہ قناعت سے اسکا ساتھ دینا۔ اور بہت اچھی فرمانبرداری کے ساتھ اس کے